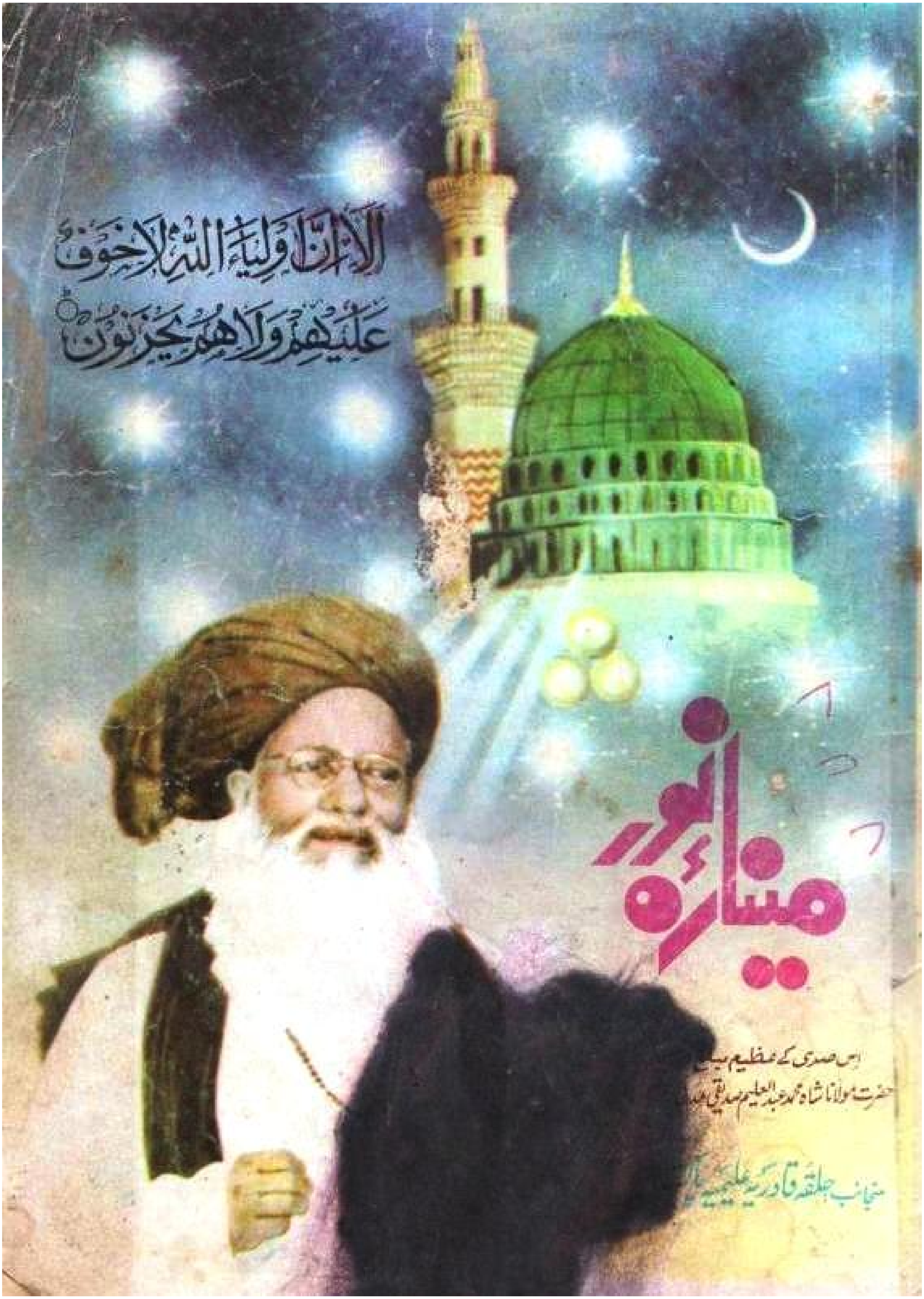

الا ان اولیاء اللہ لا خوف
علیھم ولا ھم یحزنون
مینارۂ نور
اس صدی کے عظیم
حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی
منجانب حلقہ قادریہ علیمیہ



چودہویں صدی ہجری

کے عظیم مبلغِ اسلام

حضرت علامہ مولانا

شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی

نوّر اللہ مرقدہ

کی تاریخ ساز خدمات و جدوجہد پر سلامِ عقیدت

اور **مینارہ نور** کے اجراء پر

سرپرست اعلیٰ علامہ شاہ احمد نورانی اور اراکین حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کو

دلی [illegible]

منجانب :- حاج [illegible] ل

آپ نے پہلی مرتبہ پاکستان کو قدرتی پاکستان کہا۔



آپ کے اوصاف حمیدہ کی عالم اسلام میں دھوم ہے۔

ذوالحجہ سنہ ۱۴۰۰ھ — مجلہ

مینارۂ نور

نومبر سنہ ۱۹۸۰ء

بیادگار

شیخ طریقت مبلغ اعظم حضرت علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی رح

محمد فیضی — عبیداللہ قادری

ترتیب: سراج الدین امجدی قادری

کتابت: خالد عباس ڈار

پروف ریڈنگ: حامد یار خان

سرکولیشن: جمال احمد فاروقی

[illegible]: نورانی بلاک ورکس پاکستان چوک کراچی

رابطے کیلئے

۱ : ماسٹر ہاؤس راجہ غضنفر علی روڈ صدر۔ کراچی۔

۲ : یونی ٹاور بلڈنگ زیں منزل کمرہ نمبر ۹۰، آئی آئی چندریگر روڈ۔ کراچی ۲

منجانب

حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کراچی

اظہارِ تشکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ رب کریم کے فضل و کرم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل مبارک اور واجب التعظیم مرشد حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم کی خصوصی دعاؤں کے توسط سے چودہویں صدی کے عظیم مبلغ اور ممتاز روحانی پیشوا حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی قادری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ساز خدمات کو مجلہ مینارۂ نور کی شکل میں خراجِ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو نہ صرف میری خوش قسمتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آقائے مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میرے لئے خصوصی انعام اور فیضِ علیمی ہے۔

اس موقع پر میں ان تمام اراکین حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے مالی وسائل کے حصول کے لئے دلجمعی کیساتھ بھرپور معاونت کی اور ساتھ ہی ان پرخلوص احباب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مالی وسائل کی کمی کو دور کرنے کے لئے خصوصی تعاون کیا۔ ساتھ ہی میں ان تمام ذی وقار مقتدر و محترم ہستیوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے فقیر کی درخواست پر "مبلغ اعظم" کی شخصیت اور مجلہ مینارۂ نور کیلئے اپنے قیمتی خیالات کا اظہار کیا۔ میں ان تمام حضرات سے معذرت خواہ ہوں جن کو وقت مقررہ پر مینارۂ نور منظر عام پر نہ آنے سے انتظار کی زحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس کے ساتھ ان حضرات کی خدمت میں یہ گوش گزار کرانا مقصود ہے کہ اس سلسلے میں مالی وسائل کی کمی اور دیگر ضروری مسائل تھے جن کے سبب تاخیر ہوئی۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ اس کا سدباب کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ میں آپ تمام حضرات سے توقع رکھتا ہوں، آپ اسی طرح اپنے مخلصانہ تعاون کو جاری و ساری رکھیں گے۔

اس مجلے کی اشاعت میری نظر میں فیضِ علیمی کا زندہ ثبوت ہے کہ ستائیس برس بیت جانے کے بعد بھی اس پرخلوص داعی اسلام کا پرچار ویسے ہی ہے جیسے ستائیس برس قبل تھا اور انشاء اللہ حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و روحانیت کا یہ سلسلہ تاقیامت جاری و ساری رہے گا۔

خاکپائے اولیاء، خادم حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان

عبید اللہ [illegible]

چند باتیں مینارۂ نور کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کی خصوصی نوازشات اور آقائے دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جلیلہ اور حضرت سیدی مرشدی علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری دامت برکاتہم کی نظرِ خاص اور خصوصی رہنمائی کی بدولت حضرت اقدس شیخ طریقت مبلغ اعظم مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری مدنی علیہ الرحمۃ کی عظیم خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی ایک حقیری کوشش مجھ عاصی کے لئے مغفرت کا سامان ہے۔

وقت کی کمی کے سبب مجلّہ مینارۂ نور کو بہت سے قیمتی تاریخی اور نادر و نایاب معلومات سے آراستہ نہ کر پایا لیکن اس کے باوجود اس مجلّہ کی اشاعت سے نہ صرف میری بلکہ ان تمام بہی خواہوں کی پذیرائی بھی انشاء اللہ یقیناً ہوگی جو گذشتہ کئی برسوں سے حضرت مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمات کو منظرِ عام پر لانے کے لئے معروفِ کار ہیں۔

اس موقع پر میں ان تمام علمی معاونین کا شکر گذار ہوں جنہوں نے حسبِ فرمائش مضمون تحریر فرما کر حوصلہ افزائی کی بالخصوص پروفیسر حافظ محمود حسین اور سید انور علی ایڈوکیٹ جنہوں نے اپنی بے پناہ علمی مصروفیات کے باوجود خواہش کے مطابق انگریزی زبان میں مضامین مرحمت فرمائے لیکن مالی وسائل کی کمی کے سبب قارئین کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر رہا اور ان شفیق اور محترم ہستیوں سے دلی معذرت خواہ ہوں لیکن انشاء اللہ العزیز آئندہ مجلّہ میں انگریزی حصہ ضرور شامل ہوگا۔ ساتھ ہی محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب الامجدی، کا بھی بہت ممنون ہوں کہ اپنی بے پناہ تحقیقی اور تاریخی کام کی مصروفیات کے باوجود مبلغ اعظم علیہ الرحمۃ کے عنوان پر اٹھارہ صفحات پر مشتمل قیمتی مقالہ ارسال فرمایا جو محکمہ ڈاک کی بہتر کارکردگی کے سبب ہنوز نہ مل سکا اور اسے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر رہا جس کا نہایت افسوس ہے فقیر کی نظر میں اس مجلّہ کی اشاعت کا پیش خیمہ سیدی مرشدی حضرت شیخ طریقت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری دامت برکاتہم کی ذات مبارک اور توجہ خاص ہے۔

احقر

سراج الدین امجدی قادری

خاکپائے حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان

پیغامات

حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی سربراہ ورلڈ اسلامک مشن سرپرست اعلیٰ حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان*

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی
حبیبہ سیدنا وحبیبنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین

"حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان" نے مجلہ "مینارۂ نور" شائع کرنے کا عزم کیا ہے، میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ شکریہ ادا کر سکوں۔ یہ کام مجھکو آج سے پچیس ۲۵ سال قبل کر لینا چاہیے تھا جو میری کوتاہی اور کاہلی کے سبب نہ ہو سکا۔

چودھویں صدی ہجری کے عظیم المرتبت مبلغ والد ماجد حضرت اقدس شیخ طریقت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی نور اللہ مرقدہ نے برصغیر سے اکثر اطراف و اکناف عالم میں حضور پر نور سید العالمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی عظمت کے پرچم لہرائے آج بھی آپ کے اثرات کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر [illegible] کیا کہ زمانہ روحانی

پیشوا اور عالم دین تھے جنہوں نے امریکہ، جنوبی امریکہ، کینیڈا، ایشیا
انگلستان یورپ، براعظم افریقہ، چین و جاپان، انڈونیشیا
و ملیشیا، سیلون اور برما میں عیسائیت و مرزائیت،
الحاد و لادینیت کے خلاف سینہ سپر ہو کر مقام
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ کیا اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کا پرچار کیا
اللہ تعالیٰ نے اس تبلیغی میدان میں انکو آوتیشا کا شرف
بخشا، وہ چالیس برس مسلسل اس میدان میں شہسوار
باطل کے مد مقابل رہے۔ اور آخر میں انکو مساعی کا
صلہ ملا کہ ۶۳ سال کی عمر میں مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ
وآلہ وصحبہ وسلم) میں جنت البقیع کے قبرستان میں
ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
قدموں میں آرام فرما ہیں، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ
حق تعالیٰ حلقہ قادریہ علیمیہ اشاعت اسلام کو دینی تبلیغ
کی مزید توفیق عطا فرمائے آمین

فقیر [illegible] عفی عنہ
شاہ احمد [illegible] ۱۴۰۰ھ
۲۹ ذوالحجہ

حضرت مولانا تقدس علی خان قادری بریلوی شیخ الجامعہ جامعہ راشدیہ پیر جو گوٹھ ضلع خیرپور

جو قوم اپنے محسنوں کے نقوش پا سے اپنے دل و دماغ کو جلا نہ بخشے ان کی راہوں پر چلنے سے صرف نظر کرے ان کی زندگیوں سے اکتساب فیض نہ کرے۔ انہیں بھول جانے کی حماقت میں مبتلا ہو وہ بہت جلد صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے، جن بزرگوں نے ہمیں تبلیغ و تشہیر اسلام کی راہیں سمجھائیں آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کیا ہے۔

مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ العزیز خلیفہ اعلیٰ حضرت فاضل مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب ؒ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ ہر زبان میں اسلامی لٹریچر شائع کیا۔

کارکنان حلقہ قادریہ علیمیہ لائق مبارک باد ہیں جو مبلغ اسلام قدس سرہ العزیز کی تبلیغی سرگرمیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

مبلغ اسلام سفیر پاکستان شاہ عبدالعلیم صدیقی کی شخصیت پر مجلہ شائع کرنے کا ارادہ بڑا نیک ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیابی و کامرانی سے نوازے۔ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی عالم اسلام کی ان معدودے چند شخصیات میں سے تھے جن کے سنہرے کارنامے ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے اور کاروان انسانیت ان سے رہنمائی حاصل کرتا رہے گا۔ شاہ عبدالعلیم ذہانت و فطانت کا مہر منیر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی خوبیاں عطا کی تھیں اور پھر ان خوبیوں سے کام لینے کی صلاحیتیں بھی بخشی تھیں۔ اسلام کا آفاقی اور ہمہ گیر پیغام پہنچانے کے لئے انہوں نے جغرافیائی حدود و قیود کی پابندی نہیں کی بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا پرچم بلند کیا۔ ان کا انداز خطابت دل موہ لینے والا ان کی تحریر ایمان افروز۔ ان کا کردار پاکیزہ ان کی گفتار میں بلا کی شیرینی اور روانی، ان کا استدلال اٹل اور ان کا دل عشق رسول سے سرشار تھا۔ وہ دنیا کے ہر خطہ میں پہنچے اور جہاں بھی گئے اسلام کے لازوال پیغام کے پھول کھلاتے گئے۔ ان کے کردار اور تقاریر سے متاثر ہو کر نصف لاکھ سے زائد افراد نے ان کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور یہ سعادت وہ ہے جو اس وقت سے آج تک شاید کسی کے حصہ میں بھی نہیں آئی۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری سجادہ نشین بھیرہ شریف ضلع سرگودھا

مفتی محمد حسین نعیمی سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل لاہور

ترجمان حق و صداقت مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ العزیز نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ پاک و ہند اور دنیا کے بیشتر ممالک میں مسلمانوں کے ایمان کو تازگی اور قلب و ذہن کو بالیدگی بخشتے رہے۔ اقوام عالم اور کرۂ ارض کے اطراف و اکناف میں کانفرنسوں کے ذریعے شریک ہو کر اسلام کی سچی تعلیمات اور اہل سنت و جماعت کا برحق پیغام پہنچاتے رہے اور اعلاء کلمۃ الحق اور دین متین کے علم کو بلند کرتے رہے۔ لاکھوں بھٹکے ہوئے افراد کو رشد و ہدایت کے ذریعے خدا خوفی کا سبق دیا اور ہزاروں کفر و ضلالت میں گرے ہوئے انسانوں کو خدارسی کا درس دیا۔ تحریک پاکستان کے ہراول دستے میں شامل رہے اور آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس کی کامیابی میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔

پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کروانے کے لئے کوشاں رہے اور سینکڑوں ادارے قائم کئے۔ تبلیغی مراکز کی بنیاد رکھی اور اپنے دینی اور روحانی مشن کو جاری و ساری کرنے کے لئے ایسے رجال پیدا کئے جو قیامت تک ان کے نام کو زندہ اور ان کے کارناموں کو تابندہ کرتے رہیں گے۔ ان کی یادگار اور مشن کی نشانی علامہ شاہ احمد نورانی مدظلہٗ اہل سنت کی عظمت اور اسلام کی خدمت کے لئے موجود ہیں۔

پروفیسر شاہ فرید الحق وائس چیئرمین ورلڈ اسلامک مشن ٹرسٹ پاکستان

حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان مبلغ اعظم، سفیر اسلام حضرت مولانا الحاج عبدالعلیم قادری صدیقی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ستائیسویں سالانہ عرس کے موقع پر ایک مجلہ مینارۂ نور کے نام سے ۲۱ ذی الحج سنہ ۱۴۰۲ھ کو نکال رہی ہے۔ میں اس حلقہ کے کارکنان اور اس سے متعلق تمام افراد کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور انہیں اس کار خیر کیلئے خراج تحسین پیش کرنے میں فخر محسوس کرتا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں نہیں بلکہ پوری بلاد اسلامیہ نیز ممالک غیر اسلامیہ بالخصوص یورپ اور امریکہ میں حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت معروف ہی نہیں بلکہ حد درجہ مانوس ہے۔ تبلیغ اسلام کا بیڑہ جو چودھویں صدی کے نصف تک جس حسن و خوبی سے اٹھا کر پار لگایا یہ انہی کا حق ہے۔ سواد اعظم اہل سنت و جماعت اس شخصیت عظیم پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

پیر سید برکات احمد شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلال پور شریف ضلع جہلم

برصغیر پاک و ہند میں اشاعت و تبلیغ اسلام کے سلسلے میں اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کی جلیل القدر خدمات تاریخ اسلام کا روشن باب ہیں۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ کے اکابرین اور پاکان امت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کے طفیل ظلمت کدہ باطل کو توحید و رسالت کے نور ازلی سے بقعۂ نور بنا دیا۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی۔ انگریز نے جب مسلمانوں میں جذبۂ آزادی، ایمانی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ختم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس پر آشوب دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی اور جذبہ حب رسول جو ایمان کی جان ہے کو عام کیا۔ آپ کے نامور تلامذہ نے اس مشن کو نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا کر وہ تاریخی کارنامہ انجام دیا جس کی وجہ سے ساری دنیا میں اسلام کی نشاۃ الثانیہ کا آغاز ہوا۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ بھی انہی نابغۂ روزگار شخصیات میں سے ہیں۔ جنہوں نے اعلیٰ حضرت سے فیضیاب ہونے کے تے اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں وہ کارنامہ سرانجام دیا جو تاریخ کے اوراق میں زریں حروف سے لکھا جائے گا۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو بہترین خراج عقیدت یہ ہے کہ اہلسنت وجماعت ان کے مشن کو جاری و ساری رکھیں۔ میں آستانہ عالیہ جلالپور شریف کے حلقہ ارادت اور حزب اللہ کے اراکین کی جانب سے مجلہ مینارہ نور کی اشاعت پر حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کی مساعی جمیلہ کو سپاس تحسین پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ان کی کاوشوں کو کامیاب فرمائے (آمین)

محمد صلاح الدین - ایڈیٹر روزنامہ جسارت کراچی

مرحوم میرے ہم وطن بھی ہیں ہم محلہ بھی تھے۔ اپنے بزرگوں سے ان کی تبلیغی خدمات کا ذکر سنتا رہا ہوں اور بیرونی سفر کے دوران جا بجا ان کے کام کے اثرات کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ انہوں نے سنگاپور میں جس اسلامی مرکز اور مدرسے کی بنیاد رکھی تھی، اس کے کام کو حال ہی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور میں اس امر کی گواہی دے سکتا ہوں کہ صرف یہ ہی ایک صدقہ جاریہ ان کی مغفرت کے لئے کافی ہے۔

مرحوم نے دعوت و تبلیغ کے میدان میں جو وسیع کام کیا ہے وہ دین سے ان کی محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کا واضح ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین کی خدمت کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کے عقیدت مندوں کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماموں علی خاں

انجمن تحفظ مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ڈرگ کالونی

مینارۂ نور کے اجراء پر حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کے سرپرست اعلیٰ مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی اور اراکین کو دلی مبارکباد۔

محمد شاہین صدیقی

بحریہ مین المصطفےٰ یوتھ فورس

پاکستان ڈرگ کالونی

سیاح عالم، مبلغ اعظم نازش ملت فخر اہلسنت حضرت علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کی شخصیت محتاج تعارف و بیان ہرگز نہیں بلکہ ہماری شخصیتیں اپنے نام کو بلند کرنے کے لئے ان کے ذکر و تعارف کی محتاج ہیں۔

مولانا حبیب احمد نقشبندی

مہتمم جامعہ مخزن العلوم نقشبندیہ قادریہ رجسٹرڈ

مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی نور اللہ مرقدہ کی چمکتی ہوئی شخصیت کسی صاحب قلم اور دانشور کے تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ان کے مخلصانہ مساعی جمیلہ اور ترویج واشاعت اسلام کے بدلے بمطابق فرمان خداوندی لہم البشری فی الحیوۃ الدنیا والآخرۃ کے طور پر تاقیام قیامت بلکہ اس کے بعد بھی مقبولیت کا مقام بخشا ہے۔ نائب مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم جیسی مقبول خاص وعام اولاد کا عطا ہونا اسی بشریٰ عاجلہ کی ایک جھلک ہے۔

مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب امیر جماعت رضائے مصطفےٰ دار السلام گوجرانوالہ

مینارہ نور سے متعلق جان کر انتہائی مسرت ہوئی۔ مولیٰ تعالیٰ جملہ مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا کرے۔ آمین

مجید نظامی

ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت

حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کے سنائیسویں عرس مبارک کے موقع پر آپ ایک مجلے کی اشاعت خصوصی کا اہتمام کر رہے ہیں، مبلغ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اسلام کیلئے خدمات ان گنت ہیں اللہ تعالیٰ آپکو ان سے انصاف کرنے میں کامیابی کی توفیق عطا فرمائے۔

مرزا ارشاد احمد علیمی جنرل سیکرٹری

انجمن فدایان رسول پاکستان جہلم

یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اراکین حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کراچی سے حضرت مبلغ اسلام علامہ شاہ محمد عبد العلیم صدیقی کی یاد میں مینارۂ نور مجلہ کا اجرا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

فیضانِ شاہ عبدالعلیم رحمتہ

اسلام کے فرزند عظیم مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے اسلامی موضوعات پر ہزاروں صفحات رقم فرمائے۔ جو علم و حکمت اور فصاحت و بلاغت کے بحر بیکراں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ محدود وسائل اور محدود صفحات کے چند مضامین کی جھلکیاں "فیضان شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ" کے عنوان سے پیش خدمت ہیں۔

(ادارہ)

انسان کا مقصد تخلیق

دنیا میں بسنے والے انسانی صورت رکھنے والے، آدم زاد افراد کچھ تو دنیا کی لذتوں، عیش پسندی بلکہ عیش پرستی میں اس طرح مبتلا ہیں اور انسانیت کی باتوں کو چھوڑنے اور حیوانیت سے رشتہ جوڑنے پر اس انداز سے تلے ہوئے ہیں کہ عقل سے کام لے کر یہ سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ یہ رنگ برنگ مخلوق یہ زبردست کائنات جس میں ہر چیز کے لئے کام اور ہر کام کے لئے صحیح اہتمام ہے۔ بغیر کسی بنانے والے کے کیونکر ظہور میں آسکتی تھی اور یہ مکمل نظام بغیر کسی چلانے والے اور تدبیر فرمانے والے کے کیونکر چل سکتا ہے؟ پھر جب یہ ظاہر کہ دنیا کی ہر چیز کسی نہ کسی کام کے لئے ہے تو یہ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ سب چیزیں تو کسی نہ کسی کام کے لئے ہوں مگر وہ انسان جو عقل و شعور کا مدعی بن کر ان تمام چیزوں سے کام لے، خود کسی کام کے لئے نہ ہو اور اس کی زندگی کا نہ کوئی نصب العین ہو، نہ کوئی غرض و غایت۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ خدا کے وجود سے انکار، ان کا شعار، انہیں نہ کسی دین سے واسطہ، نہ نبیوں، رسولوں، ہادیوں، رہبروں سے سروکار، رہبانیت ان کے نزدیک وہم اور اخلاق ایک بے معنی چیز، یہ سمجھتے ہیں کہ مادی دنیا اور اس کی سب لذتیں ہمارے لئے ہیں اور ہم فقط مزے اڑانے اور فائدہ اٹھانے کے لئے۔

اسلام - میانہ روی کا دین

عیسائی راہب و راہبات (MONKS AND NUNS) اگر صرف تعلقات ازدواج کو چھوڑتے اور عزیز و اقربا، رشتہ دار

اور دوست احباب سے منہ موڑتے، کلیسا کے گوشوں اور جنگل کے کونوں میں زندگی گزارتے ہیں تو بندی سادھو، بدھ مت کے بھکشو ان سے بھی آگے بڑھتے ہیں۔ ان میں سے اگر کسی نے کہا کہ :

جب مادی دنیا کو چھوڑا تو پانی کیوں پیتے ہو ؟ کھانا کیوں کھاتے ہو ؟ سانس کیوں لیتے ہو ؟ بلکہ اس جسم سے کام کیوں لیتے ہو ؟ تو یہ انتہا پسند، تارک دنیا، بھکشو اور سادھو، کبھی سانس روک کر بیٹھے، کھانا پینا سب بند کرتے اور کبھی بالکل انتہائی نقطہ پر پہنچ کر اپنے جسم کو ہی آگ میں جلا کر، پانی میں ڈبو کر یا بلندی سے گرا کر ہلاک کر بیٹھتے ہیں لیکن ذرا سوچیے

اگر تمام جہان کے انسان مادیت میں ڈوب جائیں، نفسی نفسی چلائیں، انسانیت واخلاقیات سے بے پرواہ ہو کر خود غرضی میں مبتلا ہو جائیں تو نتیجہ اس کے سوا کیا ہو گا کہ سب آپس میں لڑ جھگڑ کر تباہ و برباد ہوں اور دنیا کی یہ انسانی آبادی جلد سے جلد ختم ہو جائے۔

عبادات - روحانی علاج

کائنات کا ذرہ ذرہ پتا پتا جہاں زبان حال سے یہ گواہی دے رہا ہے کہ اس تمام نظام کا وجود میں لانے والا اس مشین کا چلانے والا ایک حکیم، علیم، مدبر، قادر مطلق ہے اور ضرور ہے جو عدم سے وجود میں لانے والا خالق ہی نہیں بلکہ تربیت دینے والا اور ابتدائی نقطۂ وجود سے اٹھا کر ہر آن ہر لحظہ ہر قسم کی ضروریات باہم پہنچا کر انتہائی معراج کمال تک پہنچانے والا رب العلمین ہے (جل جلالہ وعم نوالہ) اور وہ بھی یکتا، نہ کوئی اس کا ساجھی نہ کسی اعتبار سے اس کا شریک وحدہٗ لاشریک لہ۔ وہاں پر مخلوق کی صورتحال اس امر کی بھی شاہد کہ وہ کسی نہ کسی طرح انسان کے کام آرہی ہے۔ پس جب تمام کائنات انسان کے لئے ہے تو انسان کو جو ساری مخلوق سے خدمت لیتا ہے خود اس کے لئے ہونا چاہئے جو سب مخلوق کا خالق، سارے جہان اور انسان کا بھی مالک۔

اللہ کی یاد

جب مادی قوتیں مضمحل ہو چکی ہوں اور مادیت کی طرف توجہ بے تاثر اس وقت ذرا ظاہری آنکھیں بالکل بند کیجیے، کانوں کو جائز باتوں کے سننے سے بھی ذرا روکئے، قلب و دماغ کو چند منٹ کے لئے ہی سہی خیالات ادھر ادھر سے قطعاً پاک کیجیے، کسی کی یاد میں ڈوبئے اور ایسے ڈوبئے کہ دوسری کوئی چیز یاد ہی نہ رہے یہاں تک کہ یاد کی بھی یاد نہ رہے۔ اس وقت جو کیفیت وارد ہو گی اسے وہی جانے جس پر وارد ہو۔

چشم بند و لب ببند و گوش بند
گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

ترجمہ: آنکھیں بند ہوں، زبان بند ہو، کان بند ہوں پھر بھی خدا کا بھید حقیقت کا راز منکشف نہ ہو ہم پر ہنسنا۔"

تراویح ۲۰ رکعت

جمہور کا مذہب ہے کہ تراویح کی بیس رکعتیں اور یہی احادیث سے ثابت۔ بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ لوگ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی یونہی تھا۔ مؤطا میں یزید بن رومان سے روایت ہے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان میں تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے، علامہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ تین وتر تھے۔

ابرِ کرم کے چھینٹے

جو کچھ مانگنا ہے کہ اس کے خزانے میں کچھ کمی نہیں جو مانگنا ہے اب مانگ لو کہ ادھر دریائے رحمت جوش میں ہے۔ ابرِ کرم کے چھینٹے پڑ رہے ہیں۔ خوش نصیب ہے وہ جو آج بھرپور ہو جائے اور بدنصیب ہے وہ جو اس مبارک ساعت میں بھی محروم رہ جائے

اللہ کا احسانِ عظیم

اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا ہماری ہدایت کے لئے اپنے پیارے رسول ہمارے آقا سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے ہمیں سیدھا راستہ دکھایا ہر کام کا بھلا اور برا بتایا، ہماری ذمہ داریوں کو جتایا، خدا کے سامنے ہمارا سر جھکایا، دنیا میں رہنے سہنے کا ڈھنگ سکھایا۔ دانائی اور حکمت کا سبق پڑھایا۔ وہ نہ آتے ہم کچھ نہ پاتے یونہی جانوروں کی طرح بھٹکتے بھٹکاتے، نہ کچھ سیکھتے نہ سکھاتے۔ خدا کی تمام نعمتوں کے ہوتے ہوئے بھی کسی نعمت سے صحیح طور پر فائدہ نہ اٹھاتے۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

پس اگر ہم خدا کی عبادت کریں، بندگی بجا لائیں۔ اس کا کہنا مانیں اس کے حکموں پر سر جھکائیں، اسے جانیں، اسے مانیں، اسے پہچانیں اور حقیقی معنوں میں اس کے بندے بن جائیں تب تو ہم انسان کہے جانے کے مستحق، اور اگر ہم اس خدمت میں اپنے آپ کو نہ لگائیں، بندگی کے کام سے جان چرائیں تو جس طرح ہم ان چیزوں سے جو مقررہ کام انجام دینا چھوڑ دیتی ہیں ان کا نام چھین لیتے ہیں اسی طرح خدا کی بندگی نہ کرنے، اس کے حکموں پر نہ چلنے، سر نہ جھکانے، اور اس کی عبادت بجا نہ لانے کے جرم میں ہم سے بھی انسان کا نام چھین لیا جاتا ہے

تزکیۂ قلب کا نسخہ

ایک گناہ کرنے سے ایک کالا نقطہ دل پر لگتا ہے دوسرے گناہ سے دوسرا اسی طرح گناہ کرتے کرتے کالے کالے نقطے قلب پر لگتے جاتے اور اسے کالا بناتے جاتے اور انسان کی روحانی و اخلاقی صورت کو مسخ کر دیتے ہیں۔ اس قلب کو ان کالے نقطوں سے صاف کرنے ہی کا نام ہے "تزکیہ"۔ جب تک یہ صاف نہ ہو اللہ کی معرفت کے علم کی تصویر اس میں کیونکر کھنچے اور حکمت و دانائی کے بھید کس طرح کھلیں؟ قلب کی صفائی کی پہلی تدبیر یہ ہے کہ اس کو شرمندگی کے ساتھ آنسو بہا کر پچھتاوے کے پانی سے دھوئیں۔ "لاالٰہ" کی دھونکنی سے اللہ کی محبت کی آگ کو دہکائیں۔ "الا اللہ" کی ضرب لگا کر اس کالے لوہے جیسے دل کو کوٹیں۔ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی الفت کے دریا میں غوطہ دیں۔ "اللہ اللہ" کرتے ہوئے اسے رگڑیں اور صیقل کریں۔ اس عمل سے رفتہ رفتہ وہ کالا دل صاف و شفاف آئینہ بن جائے گا جس میں اللہ کا نور نظر آئے گا اور یہی نور کائنات کے ذرہ ذرہ کو چمکائے گا۔ ان کے اسرار پر آگاہ بنائے گا۔

دل۔ مرکزِ تجلیات

دل اللہ کے نور کے طلوع کی جگہ ہے۔ دل اللہ کے بھیدوں کا مخزن ہے۔ دل اللہ کا جمال دیکھنے کا آئینہ ہے۔ صاف دل ہی میں خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ آپ بھی اپنے دل سے گناہوں کے زنگ کو دور کیجئے پھر اس نور کا مطالعہ فرمائیے۔

ظلم کیا ہے

قرآن کریم نے گناہ و معصیت کو ظلم کے نام سے یاد کیا، دنیا

کے ماہرینِ اخلاق کے نزدیک ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کا بے موقع استعمال۔ ہر چیز کے استعمال کا موقع محل بتانے والا ہی جانے۔ پس کائنات کی تمام چیزوں کے استعمال کا طریقہ وہی ہے جو کائنات کا خالق، مالک، مطلق بتائے۔ اس کے بتائے ہوئے طریق کے خلاف جو استعمال بھی ہو وہ غلط۔ اسی کو ظلم اسی کو گناہ کہتے ہیں۔

خدا کے باغی سے دور رہو

حکومت کا باغی خواہ کتنے ہی اچھے کام کیوں نہ کرے بغاوت کا جرم ہوتے ہوئے کسی بھلی بات کو دیکھا ہی نہ جائیگا نظر ہی نہ ڈالی جائیگی۔ کافر و مشرک خدا کے باغی۔ ان سے بچو ان سے دور رہو! یہ دنیا کی بدترین مخلوق ہیں ان کے ساتھ ہمارا میل جول کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

جھوٹ سے بچو

جھوٹ بولنے کی عادت آج اس قدر عام ہو گئی ہے کہ بہت سے آدمی تو اسے عیب ہی نہیں سمجھتے بلکہ ہنر خیال کرتے ہیں۔ بازاروں میں دلال اور تاجر وہی سب سے زیادہ کامیاب اور ماہر سمجھا جاتا ہے جو جھوٹ بولنے میں زیادہ مشاق ہو۔ کچہریوں میں سب سے بڑا ہیب وکیل، بیرسٹر وہی خیال کیا جاتا ہے جو جھوٹی باتیں سب سے زیادہ بنانے کی مشق رکھتا ہو۔ جھوٹی قسمیں کھانے جھوٹے حلف اٹھانے اور جھوٹی گواہیاں دینے والے پیشہ ور چند ٹکوں کے بدلے اپنے ایمان کو بیچنے کے لئے دن رات تیار، وہ سمجھتے ہی نہیں کہ جھوٹ بولنے والے پر خدا کی کتنی مار پڑتی ہے۔

محفل میلاد سنت الٰہی

انعقاد محفل میلاد میں اس سنت الٰہی پر عمل ہے، یہی عمل بے عملوں کو باعمل، عالموں کو کامل، کاملوں کو اکمل بنانے اور حاضری دربار انوار کی کیفیت قلب پر طاری کرنے میں بے حد نافع و مجرب و احسن و اجمل ہے۔

فلسفہ محفل میلاد

مومن و مسلم دیدار پر انوار سید ابرار و اخیار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا طالب دیدار ہے اور حضوری کا طالب مگر چونکہ یہ مشاہدہ محبت میں اضافہ اتباع سنت میں ترقی اور بالآخر جیسا کہ ابھی بتایا گیا۔ مقام محبوبیت و انسان کامل تک رسائی کا ذریعہ۔ پس اسی غرض و غایت کے لئے محفل سجائی جاتی ہے۔ خلقت بلائی جاتی ہے قلبی آنکھوں سے دیدار پر انوار کا متمنی، محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کے لئے صرف چاندنی و قالین کا فرش ہی نہیں بچھاتا بلکہ اپنی آنکھوں کو فرش راہ بناتا ہے۔ خس و خاشاک ظاہری سے زمین محفل ہی کو صاف نہیں کرتا بلکہ ماسوائے محبوب بیہودہ خیالات کو بھی دل سے ہٹاتا ہے جھاڑ اور فانوس اور بہترین روشنی کے قمقموں ہی سے مجلس کو نہیں سجاتا بلکہ آیات قرآنی و احادیث نبوی و بیان سیرت طیبہ سن کر شمع ایمانی کو روشن کرتا اور مردہ دل کو جلاتا ہے۔

ذکر محبوب شروع ہوا۔ آنکھوں میں ایک سماں بندھا اللہ اللہ!

محفل میلاد مستحسن و مستحب

ہمیں سمجھایا گیا کہ ذکر کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر، حالت رکوع میں ہو یا سجود میں ہر طرح مستحسن و محمود۔ اس کی اصل قرآن کریم میں موجود۔ پس جو شخص حالت قیام میں اللہ کے محبوب پر صلوٰۃ و سلام کو ناجائز ٹھہرائے، بدعت بتائے، اس کا فرض کہ قرآن و حدیث سے اس پر دلیل لائے۔

مبلغ اعظم علیہ الرحمتہ کی تحریر کا ایک نمونہ

نعت ۱۹۳۸

نعت نبی کی دھوم ہے محفل کائنات میں

مظہر واحد و احد فرد ہیں صفات میں - لیس کمثلہ کی شان جلوہ نمائی ذات میں

مرد حقیقت وجود کنز معانی شہود
نقطہ اتصال ہیں واجب و ممکنات میں

بزم جہاں میں بے حجاب جیسے ہوئے ساز حق
نعت نبی کی دھوم ہے ساری ہی کائنات میں

آپ بدایت ظہور آپ نہایت ظہور
اول خلق و آخر بعثت تعینات میں

دعویٰ عشق کی دلیل وصل حبیب کی سبیل
ملتی ہے بے خودی میں اور ترک تلذذات میں

آپ کی ذکر گناہ سے آشنا ساقی جس کے
دل جو بچے تھے مستیاں جیسی تکدرات میں

آپ جو ہوا دو آتش ذرا کریں ہو نثار
ساری ہی کائنات ہے دن رات تصرفات میں

عزیز تھا نہ عزیز ہے عزیز ہو سکے کبھی
بس مجھے پھر یہی علیم درہم تعینات میں

مسطور در کرد وجود وجد محمد صلعم

پروفیسر شاہ فرید الحق

چودھویں صدی کی شخصیت

میرٹھ (یوپی) کے مشہور صدیقی خانوادہ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کے گھر کا ایک چشم و چراغ ایسی شہرت دوام حاصل کرے گا کہ لوگ اسے مبلغ اسلام، سفیر اسلام، عظمت کا روحانی علمبردار، اخوت عالم اسلامی کا شاہکار، عالم نبیل، فاضل جلیل اور عاشق رسول کے القابات سے یاد کریں گے۔ بلاد عالم میں اسلام کی شمع روشن کرنے والا جس نے اپنے دست مبارک پر ہزاروں مشرکوں اور کافروں کو مسلمان کر کے ان کے دلوں میں محبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن کر دی۔ ایک عظیم گھرانے کے ایک عظیم فرد حضرت مولانا عبدالحکیم صدیقی کا نور چشم تھا۔

ہر مسلمان کا گھر رمضان المبارک میں برکتوں اور نعمتوں کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ اسی برکت والے مہینہ کی ۱۵ تاریخ کو حضرت عبدالحکیم کا گھر حضرت عبدالعلیم صدیقی القادری کے وجود مسعود سے مزید بابرکت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی دین ہے۔ مہینہ برکت والا۔ جسے اللہ نے اپنا مہینہ قرار دیا۔ پیدائش و موت بھی اللہ ہی کے قبضہ میں داد و دہش اور انعامات بخشش کی طرف سے۔ گھرانہ بھی علم و عمل کا گہوارہ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہے۔ نرینہ اولاد کی آمد یہ بھی خوش بختی کا نشان۔ برکت و رحمت کے سائے خزینے سب جمع ہوں تو پھر عبدالعلیم صدیقی جیسے مولود کی کیا حیثیت ہوگی۔ اس کا اندازہ اہل علم و دانش نیز جان نثاران مصطفےٰ ہی لگا سکتے ہیں۔

۳ اپریل ۱۸۹۲ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۰ھ کا سال میرٹھ کے اس خانوادہ ہی کے لئے بابرکت ثابت نہیں ہوا بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خصوصاً اور بلاد عالم کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لئے بھی نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

بڑا خوش نصیب ہے وہ باپ اور وہ گھرانہ جس نے عبدالعلیم جیسے مولود کو جنم دیا۔ دینی علوم کا حصول اور بات ہے لیکن اس علم کو دوسروں تک پہنچا کر اپنا ہمنوا بنا لینا اور بات ہے۔ یہ سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی خالق حقیقی کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے اور پھر اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا خادم اور غلام بنا کر مسجد نبوی کے سائے میں روح نکال کر جسم کو صحابہ کرام اور شہدائے عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سایۂ عاطفت میں زمین کے اندر محفوظ کر دیتا ہے۔ مسلمان اور سچا عاشق رسول ہو کر کسی قسمت والے ہی کو جنت البقیع میں جگہ ملتی ہے۔

۵ سال کی عمر میں ناظرہ قرآن ختم کرنے کے بعد اردو، فارسی عربی اور دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳ سال کی عمر تک والد بزرگوار کا سایۂ عاطفت رہا۔ اسی دوران بہت کچھ حاصل کر لیا۔ ۱۶ سال کی عمر میں دینی علوم سے فراغت حاصل کر لی۔ ۹ سال کی عمر ہی میں میرٹھ کی جامع مسجد میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ مذہبی تقریر کی۔ سامعین حیرت زدہ

تھے اور ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے کہ یہ کون بول رہا ہے کہاں سے روشنی آرہی ہے۔ عنایت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارش ہو رہی ہے تقریر میں ایک خصوصی ملکہ حاصل کر لیا۔ دینی تعلیم کے بعد جدید تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ میرٹھ کالج میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اسی دوران اس زمانہ کے عظیم محدث مجدد، مفسر، فقیہ اور سلسلہ قادریہ کے مشہور و معروف بزرگ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق پیدا کر لیا ان کے یہاں حاضری معمول بن گئی۔ جو کمی تھی رضوی دربار سے پوری ہو گئی عشق رسول کے اس عظیم پیکر نے عبدالعلیم کو بھی دیوانہ مصطفےٰ بنا دیا۔ پھر کہاں چین، کیسا آرام، کیسا گھر کہاں بیوی بچے تبلیغ کے خار زار میدان میں قدم رکھ دیا۔

حرمین شریفین کا سفر کیا۔ قرآن وحدیث، فقہ اور تصوف میں وہاں کے علماء سے مزید استفادہ کیا جس میں شیخ احمد الشمس مراکش شیخ سنوسی لیبیا، مولانا عبدالباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

علم و عمل کے ساتھ تصوف اور روحانیت میں بھی اگر مکمل تربیت حاصل ہو جائے تو مدارج کا طے کرنا آسان ہو جاتا ہے قلب کو ایمان کی طرف مائل کرنے کے لئے روحانیت سے ہی کام لیا جا سکتا ہے۔ صوفیائے کرام یوں تو تبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں اور آج بھی دے رہے ہیں لیکن اس میدان میں کامیابی کا دار و مدار علم و عمل کے ساتھ ساتھ روحانی توجہ پر بھی ہے۔ قلب کی پاکیزگی روح کے ارتقاء کا سبب بنتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری میں اللہ تعالےٰ نے بیک وقت علم و عمل، روحانیت اور قلب و نظر میں وسعت عطا فرما دی تھی۔

طریقت و تصوف میں ایک طرف اپنے بڑے بھائی حضرت پیر طریقت مولانا شاہ احمد مختار صدیقیؒ سے خلافت و اجازت حاصل کی تو دوسری طرف قادری سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ طریقت مجدد زمانہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادریؒ کی نظر عاطفت کی وجہ سے خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ اس طرح اسلام کے اس بے باک سپاہی اور مبلغ کے علم و عمل کو جلا مل گئی۔ قلب عشق رسول کی آماجگاہ بن گیا۔ زبان کو تاثیر حاصل ہو گئی۔ چہرہ پر شگفتگی، رونق اور جلال و جمال کا غازہ مل دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بعض لوگ دیکھتے ہی گرویدہ ہونے لگے بعض زبان و تقریر کی وجہ سے دامن سے لپٹ گئے، بعض علم کی گہرائی اور عشق رسول کی پنہائی کے سبب زیر دام آگئے۔ وہ دیار عرب ہو یا عجم، جنوبی امریکہ کی غیر ترقی یافتہ قوم ہو یا شمالی امریکہ کا جدید اور سائنٹفک دور، افریقہ کی سنگلاخ زمین ہو یا خشک علاقہ، انڈونیشیا، ملائشیا اور سنگاپور کے جزائر ہوں یا یورپ یا دنیا کی بے حیا اور نام نہاد ترقی یافتہ قوم اسلام کے اس سفیر بے مثال نے تاجدار مدنی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا، ہزاروں قلوب کو پاک صاف کیا، اندھیرے میں روشنی کے چراغ جلائے مکتب و مدرسے قائم کئے۔ مسجد تعمیر کرائیں عقائد درست کئے، تحریر و تقریر کا ایک خزانہ لٹایا جو آج تک مسلمانوں کے قلوب کو عشق رسول اور شریعت مصطفےٰ سے سرشار کر رہا ہے۔

کتنوں نے شاگردی اختیار کی صحیح تعداد کا اندازہ ممکن نہیں ہے۔ تھوڑا بہت اندازہ ایک سوونیر کے ان الفاظ سے ہوتا ہے جو ماریشس میں سنہ ۱۹۳۰ء میں مولانا کی آمد کے موقع پر انگریزی میں چھپا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں ان کے لا تعداد شاگرد ہیں جن میں

معروف مدارشیں ہیں ان کے دس ہزار شاگردوں پر اس جزیرہ کو فخر ہے
اخباری معلومات کے مطابق تقریباً چالیس ہزار افراد ان کے دست
حق پرست پر مسلمان ہوئے۔

تقریر کی شہرت اور ان کی شخصیت کے اثر کا یہ عالم تھا کہ
جہاں جاتے ہزاروں کو اپنا گرویدہ بنالیتے۔ ایک ایک جلسہ میں ہزاروں
افراد کو بلا لاؤڈ سپیکر خطاب کرنے کا ملکہ انہی کو حاصل تھا۔ غضب
کی آواز اور بلا کا انداز اللہ تعالیٰ نے ودیعت کیا تھا۔ پروفیسر ای لیچ
رائس ڈکو کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"پوری طرح اندازہ لگانے کے لئے
مولانا صدیقی کو کسی پلیٹ فارم سے سننا لازمی ہے
یقیناً ایک شخص ان کی سحر انگیز شخصیت، قوت
گویائی، گرجدار اور متاثر کن بلکہ سریلی آواز نیز
شاندار ادائیگی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا
(اقتباس روونگ ایمبیسڈر آف پیس)

پوری زندگی تبلیغ و تقریر میں گزار دی۔ مدینہ کی حاضری کے
بغیر چین نہیں آتا تھا۔ ہر سفر میں گھوم پھر کر مدینہ منورہ پہنچ جاتے
یہاں تک کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آج بھی ان کا مکان مدینہ منورہ
میں موجود ہے۔ خود جنت البقیع میں آرام فرما رہے ہیں۔

کمال تو یہ ہے کہ مولانا بیک وقت کئی محاذوں پر نبرد آزما تھے
اگر ایک طرف اپنی تقریر و تحریر سے اسلام کی حقانیت کا درس دے
رہے تھے تو دوسری طرف بدعقیدگی، گمراہی اور حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے دشنام طرازوں سے جنگ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ
ملکی وحدت کا قیام تبلیغی سرگرمیوں کے لئے لامتناہی لٹریچر اور مشنری

انجمنوں کی تشکیل اور تعمیر مسلمانان عالم کی یکجہتی اور اتحاد کی کوشش، یہ
سارے ہی کام جاری و ساری تھے۔

مولانا موصوف دین کو ایک مکمل ضابطہ اور نظام تصور کرتے
تھے۔ وہ مسلمانوں کو ہر شعبہ زندگی میں کامیاب اور کامران دیکھنا چاہتے
تھے۔ ان کے نزدیک مذہب و سیاست، شریعت و طریقت کا ہر باب
و مسائل کوئی علیحدہ علیحدہ حیثیت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ تمام ایک کل یعنی
دین اسلام کے اجزا ہیں۔ ایک کی خرابی بغیر دوسرے کو متاثر کئے
نہیں رہ سکتی۔ برصغیر میں کچھ اور لوگوں نے بھی تبلیغ کا بیڑہ
اٹھایا بلکہ باقاعدہ ایک منظم جماعت قائم کی لیکن ان کی حیثیت بالکل
وہی ہو گئی جو کچھ عرصہ پہلے عیسائی راہبوں کی تھی جو گرجا کے گرد ہی سب
کچھ کرتے تھے دنیا و مافیہا سے انہیں کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم جہاد تبلیغی
آج یہی کردار ادا کر رہے ہیں۔

قربان جائیے اس مبلغ اعظم پر جس نے اسلام کو اس طرح
پیش کیا جو اس کے پیش کرنے کا حق ہے۔ وہ بیک وقت عالم بھی
تھے صوفی باصفا بھی۔ قدیم علوم کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ جدید
علوم کے نابغہ روزگار بھی۔ کئی زبانوں پر بیک وقت مہارت حاصل تھی
سوداگری معاملات میں شروع شروع میں ایک بہترین تاجر بھی، اور
ملکی سیاست کے ایک درخشندہ ستارہ بھی۔ پاکستان کی تحریک میں کون ہے
جو عبدالعلیم صدیقی قادری کے کارناموں سے چشم پوشی کر سکتا ہے۔
علمائے اہلسنت نے اجتماعی طور پر مسلم لیگ کا ساتھ دیا۔ ان علمائے
اہلسنت کے سرخیلوں میں عبدالعلیم صدیقی کا نام ان چند اکابرین
میں شامل ہے جنہوں نے ۱۹۴۶ء میں بنارس سنی کانفرنس منعقد
کر کے مسلمانان ہند کی حمایت کا اعلان کیا جس میں صرف ۱۰ ہزار علماء

اور مشائخ شریک ہوئے۔

پاکستان بننے کے بعد کراچی تشریف لائے اور سب سے پہلی
عید کی نماز جو عید گاہ میدان میں ادا کی گئی جس میں قائد اعظم شریک
ہوئے، حضرت مولانا نے تقریر دل پذیر فرمائی اور خطبہ دیا۔ آپ کی شخصیت
نے سب سے پہلے قائد اعظم سے مل کر اسلامی آئین کا ڈھانچہ پیش کیا۔

یوں تو بہت سے مفکر، مدبر، مبلغ، مفسر کہلاتے ہیں کتابیں
بھی تصنیف فرماتے ہیں۔ لوگوں کی ریل پیل بھی ہوتی ہے، شہرت بھی
پاتے ہیں، دوسروں کو متاثر بھی کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد شاید
باید ہی کوئی صحیح جانشین چھوڑتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں بھی برصغیر
پاک و ہند میں کئی ایسے مبلغ مفسر اور مفکر گزرے ہیں لیکن ان کے خاتمہ
کے ساتھ ساتھ ان کے سارے معاملات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ
اولاد میں بھی کوئی اس قابل نہیں ہوتا جو ان کی جگہ سنبھال سکے۔

مولانا موصوف نے اگر دنیا کے مختلف علاقوں میں تبلیغ
کے فرائض انجام دیئے، لوگوں کی تطہیر کی تو خود اپنے گھر پر بھی نظر رکھی
کون نہیں جانتا کہ ان کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ العالی
کی کیا حیثیت ہے۔ ان کا کیا مقام ہے اور وہ کس طرح دین کی خدمت
کر رہے ہیں۔ ہونہار بیٹے باپ کے جانشین کی حیثیت سے ان تمام کاموں
کو جسے ان کے والد بزرگوار انجام دے رہے تھے اپنے ہاتھ میں لے لیا
اور کامیابی سے اسے چلا رہے ہیں، تبلیغی فریضہ بھی انجام دے رہے ہیں اور
ملکی سیاست میں سواد اعظم اہلسنت کے صحیح مقام کے حصول کی جدوجہد
کر رہے ہیں۔ باپ نے تحریک پاکستان میں عملی حصہ لے کر پاکستان بنایا۔
بیٹا مقصد کی تکمیل یعنی نظام مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل قیام کی
جدوجہد کر رہا ہے۔ بیٹے ہی کو نہیں بلکہ بیٹی اور داماد کو بھی نوازا۔ مولانا
فضل الرحمان انصاری کی شخصیت، ان کے علمی اور عملی کارناموں سے
کون واقف نہیں ہے۔ المرکز اسلامی کراچی آج بھی مسلمانوں کو فیض
پہنچا رہا ہے۔ یہ صدقہ ہے جناب عبدالعلیم صدیقیؒ کا۔ اسی طرح
ڈاکٹر فریدہ ان کی بیٹی عورتوں میں جو تبلیغی کام انجام دے رہی ہیں
یہ بھی باپ کی صحیح تربیت اور پرورش کا نتیجہ ہے۔ عموماً یہی دیکھا
گیا ہے کہ گھر والے جلدی متاثر نہیں ہوتے لیکن مولانا عبدالعلیم صدیقی
رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جیتی جاگتی کرامت ہے کہ گھر والے بھی قدردان ہیں
باہر والے تو غیر ہیں ہی۔ خوش قسمت ہے وہ بیٹا جو باپ کے نام کو
روشن کرے اور خوش قسمت ہے وہ باپ جو بیٹے کو اس قابل بنا دے
جو اس کا صحیح معنوں میں جانشین اور وارث بن سکے۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی کی سحر انگیز شخصیت اسرار
اور مسحور کن قرأت، دلیرانہ جدوجہد حق گوئی و بیباکی سے برصغیر پاک و
ہند ہی نہیں بلاد اسلامیہ کے لوگ بھی واقف ہیں۔ آج بھی ورلڈ
اسلامک مشن کے پلیٹ فارم سے وہ اپنے والد محترم کے چھوڑے مشن
کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔

ایک عاشق رسول مبلغ اسلام کی وفات کا منظر بھی ملاحظہ
فرمائیں۔ بیمار ہوئے، مدینہ میں مقیم ہیں۔ آخری وقت جب
قریب آیا فرمایا کہ میری چارپائی باب السلام مسجد نبوی پہ لے جائی
جائے۔ مجھ سے خود مدینہ منورہ میں ایک شخص نے بیان کیا کہ جب
حضرت کی چارپائی باب السلام پہ لائی گئی تو نظر اٹھا اٹھا کر روضۂ انور
کی طرف دیکھتے تھے آنکھوں سے آنسو جاری تھے اسی اثنا روح
قفس سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس موت پر جتنا
بھی رشک کیا جائے کم ہے۔


سدا بہار
تھری اسٹار
3-STARS
3-STARS
STARS
VOLTS
1.5 VOLTS
1.5 VOLTS
پاکستان بیٹری مینوفیکچرنگ کمپنی لمیٹڈ۔ کراچی

اعلیٰ حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ مہتمم دار الافتاء قادری بریلی کا

پیغام

حضرت مولانا شاہ محمد عبد العلیم صدیقی القادری مدنی دامت برکاتہم کے نام

مکرمی زید کرمہم۔ بعد سلام مسنون بخیریت ہوں۔ آپ کا عافیت خواہ الفیقہ کا جاری رہنا جیسا کچھ ضروری ہے۔ ظاہر ہے مدت سے الفیقہ تقریباً ہر پرچہ میں اپنی حالت کا اظہار کرتا رہا ہے مگر اس کے باوجود لوگوں کی بے توجہی ویسی ہی رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کچھ دن کا وہ اور مہمان معلوم ہوتا ہے۔ خدا نہ کرے کہ یہ پرچہ بند ہو۔ سنیوں کے پاس جیسا کچھ بھی ہے یہی ایک اخبار ہے۔ افریقہ کی ایک بڑی امداد تقریباً ایک سال سے بند ہو گئی ہے۔ اس کا بند ہونا الفیقہ پر سخت مصیبت ہے۔ آپ پھر توجہ فرمائیں اور اب اس سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جتنی پہلے تھی۔ اپنی خیریت و عافیت سے مطلع کرتے رہا کیجئے۔

احقر

محمد مصطفیٰ رضا خاں عفی عنہ

از بریلی محلہ سوداگراں

۱۹ ربیع الاول سنہ ۵۱ھ

اخبار ہفت روزہ الفیقہ امرتسر ہندوستان

۲۸ جولائی سنہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔

بشکریہ خلیل احمد رانا صاحب۔

اُجالے کی کرنیں

جناب رضوان صدیقی ملک کے مایۂ ناز ادیب قادرالکلام شاعر اور فصیح وبلیغ مقرر ہیں۔ ان کی تحریریں اور تقریریں دل موہ لیتی ہیں۔ آپ کے افسانے نئی نسل کے نوجوان ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں .... اجالے کی کرنیں اپنے مضمون میں سمیٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

رضوان صدیقی

تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے آدمیت کے چہرے کو سنوارنے اور سجانے کی کوشش کی ہے جن کی فہم و فراست سے انسان نے بلندی کی طرف پرواز کی ہے جن کے زہد و تقویٰ حسنِ سیرت، علم و بصیرت اور فکر و ادراک نے لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق پیدا کیا ہے۔

یوں تو اس روئے زمین پر بہت سے چمکیلے چہرے ابھرے ڈوبے چمکے ہیں۔

تجلیوں کے چراغ دے کے جو آئے تھے خواب ہو چکے ہیں، تاہم تاریخ کے صفحات میں ایسے لوگوں کی داستانیں سنہرے حروف سے لکھی گئی ہیں جنہوں نے آدم کو روشنی کا پتہ بتایا ہے۔

ایسی ہی عظیم اور برگزیدہ ہستیوں میں شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کا نام بھی شامل ہے جنہوں نے تلوار سے نہیں حسنِ گفتار سے، دولت کے انبار سے نہیں بلند کردار سے، حضر میں نہیں سفر میں، گھر میں نہیں نگر نگر میں اپنی ذہانت اور فصاحت سے اپنے رب کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود فاصلے سمیٹ لئے۔ وقت کی طنابیں کھینچ لیں اس سرے سے اس سرے تک مشرق سے مغرب تک، بحر اسود سے بحر عرب تک، دجلہ، دجلہ، کو بہ کو سفر کیا اور پیغام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچار کیا۔ انہوں نے صیہونیت کی کاوشوں کو، عیسائیت کی سازشوں کو، احمدیوں کی کمزور دلیلوں کو اور نجدیوں کی تاویلوں کے پردوں کو اپنے فہم و ادراک سے چاک کیا۔ افریقہ کے خاک نشینوں کو آشنائے عرش پاک کیا۔ یورپ کے مظلوم انسانوں کو اللہ کی خاطر لڑنے میں بے باک کیا۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ بھارت کے شہر میرٹھ میں ۱۵رمضان

مبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق تین اپریل ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے اور میرٹھ سے مدینہ منورہ کے آخری سفر تک ۶۳ سال حیات رہے کہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے آقا و مولیٰ غریبوں کے ملجیٰ تیمیوں کے والی بھی دنیائے فانی میں ۶۳ برس تک ظاہری طور پر حیات رہے۔ ایک غلام اپنے آقا سے زیادہ اس دنیائے آب و گل میں زندگی گزارنے کی کیونکر خواہش کر سکتا تھا۔

"بیشک اللہ اپنے نیک بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنیوالا ہے۔"

اور پھر بندگی اور غلامی کی ایسی منزل کو اپنے رب کے گھر کا طواف کر کے ذوالحجہ کے مقدس مہینے میں اپنے آقا کی نگری میں پہنچے اور مسلمانوں کی مادرِ مقدس حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قدموں میں منوں مٹی تلے آرام سے جا سوئے۔

میرٹھ سے مدینہ منورہ تک، مہد سے لحد تک کی زندگی ۶۳ برسوں پر محیط ہے اور ان تمام برسوں میں آپؒ اللہ کی ہدایت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق میں فہم و ادراک اور علم و عرفان کے موتی لٹاتے رہے۔

لوگو! آؤ میں تمہیں اللہ کا پیغام سناتا ہوں۔
لوگو! آؤ میں تمہیں حقیقی مسرتوں کے سرچشمے کا پتہ بتاتا ہوں۔
لوگو! آؤ میں تمہیں حق کا راستہ بتاتا ہوں۔

بے شک اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے، وہ اپنے ناتواں بندوں کو طاقتور بناتا ہے، میرٹھ سے مدینہ تک کے سفر میں دنیا بھر کی سیر کراتا ہے۔

بے شک اللہ نیتوں کے جاننے والا ہے۔ وہ تبلیغ حق کرنے والوں کو وسائل عطا کرتا ہے اور دین اسلام کا پرچار کرنے والوں کو مواقع مہیا کرتا ہے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی جو خود اللہ کے نیک بندے تھے۔ چار سال دس ماہ میں قرآن پاک ناظرہ ختم کیا۔ اردو، عربی اور فارسی زبان کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ ۱۹۱۳ء میں اشاعت الاسلام اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور ۱۹۱۳ء میں جامعہ قومیہ میرٹھ سے سولہ سال کی عمر میں درس نظامیہ کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے گریجویشن کیا اور علاقے بھر میں اول رہے۔

اسکول اور کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپؒ امام اہلسنت مولانا اعلیٰ حضرت احمد رضا خانؒ سے بریلی جا کر اکتساب فیض حاصل کرتے رہے۔ اسی عمر میں علی گڑھ یونیورسٹی کے سر ضیاء الدین اور ڈاکٹر ظفر حسن صدر شعبہ فلسفہ سے آپ کے معاصرانہ تعلقات قائم ہوئے۔

زمانہ طالب علمی ہی سے دین سے محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق آپ کی رگ رگ اور ریشے ریشے میں پنہاں تھا۔ میرٹھ کالج میں حصول تعلیم کے دوران آپ کو آل برما ایجوکیشنل کانفرنس کا صدر مقرر کیا گیا۔ اس کانفرنس میں آپ نے جو خطبہ دیا وہ سیلون اور برما میں بے حد مقبول ہوا جس کے نتیجے میں سیلون اور برما کے مسلمانوں سے آپ کا رابطہ قائم ہوا اور در اصل یہی رابطہ آپ کی آئندہ زندگی میں نہایت اہمیت کا حامل ثابت ہوا۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نصابی طور پر فارغ التحصیل ہو کر بریلی تشریف لے گئے اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کے دست مبارک پر بیعت کی اور روحانی فیوض حاصل کئے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ جب زیارت حرمین شریف سے واپس

وطن تشریف لائے تو آپ نے اپنے پیر و مرشد کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو

غریق بحر الفت مست جام بادۂ وحدت
محب خاص منظور حبیب کبریا تم ہو
تبھی پھیلا ہے جو علم حق اکناف عالم میں
امام اہلسنت نائب غوث الوریٰ تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانہ کا
کرم فرمانے والے حال پر اسکے شہا تم ہو

اس قصیدہ کو سن کر اعلیٰ حضرت نے اپنے مرید خاص سے فرمایا:

مولانا! آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں
آپ اس دیار پاک سے تشریف لائے ہیں۔ یہ
اماموں تو آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں البتہ میرے
کپڑوں میں سب سے بیش قیمت ایک جبہ ہے وہ
حاضر کئے دیتا ہوں۔"

اعلیٰ حضرت کے مذکورہ الفاظ سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں کہ آپ (اعلیٰ حضرت) کو سرکار دو عالم کی ذات مبارک سے کس قدر محبت تھی۔ پس جس شخصیت نے اعلیٰ حضرت جیسے عاشق رسول کی خدمت میں دن گزارے ہوں وہ کیوں نہ جذبۂ عشق نبوی میں مست ہوں۔ اسی جذبے کی شدت نے شاہ عبدالعلیم صدیقی کو مجبور کیا کہ آپ دنیا کے چپے چپے میں تبلیغ دین کا مشکل کام انجام دیتے رہے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے دنیا کے کونے کونے میں جا کر تبلیغ دین کا کام کیا۔ آپ نے برما، بلجیم، کینیڈا، سیلون، چین، کانگو، مصر، مشرقی افریقہ، شرق الہند، فرانس، جرمنی، گیانا، اٹلی، انڈونیشیا، عراق، جاپان، اردن، لبنان، ملائیشیا، ماریطینیا، مڈغاسکر، نیروبی، پرتگال، فلسطین، فلپائن، سنگاپور، شام، سعودی عرب، جنوبی افریقہ، جنوبی امریکہ، تھائی لینڈ، تنزانیہ، یوگنڈا، برطانیہ، امریکہ، ویتنام، غرب الہند، زنجبار، بھارت، پاکستان اور ہند چینی کے دورے کئے اور بیشتر ممالک میں ایک سے زائد بار تشریف لے گئے۔

مذکورہ ممالک کی فہرست پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے ان ممالک پر خاص توجہ دی جن میں اسلام کے ماننے والوں اور اللہ کے جاننے والوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ اپنے گھر میں، محلہ اور پڑوس کی مسجد میں مسلمان بھائیوں میں تبلیغ دین کا کام آسان ہے لیکن آپ نے دنیا کے ایسے ممالک میں جا کر جہاں کی آبادی کی اکثریت اسلام کے نام سے نابلد تھی، غیر مسلموں کو دعوت دین حق دی۔ یہ کام کوئی آسان نہ تھا۔ اس کے لئے عیسائیوں اور یہودیوں کے مذہبی رہنماؤں سے مناظرہ کرنا اور ان کے دلوں میں اسلام کی صداقت اور اللہ کی وحدانیت کا احساس پیدا کرنا بے شک شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ جیسے نابغۂ روزگار ہستی کا کام تھا۔ آپ نے تبلیغ دین سے پہلے اسلام کا مطالعہ کیا اور لادینیت، اشتراکیت، اشمالیت، عیسائیت، یہودیت، احمدیت اور نجدیت کے باطل نظریات کو اپنے علم و فضل سے پارہ پارہ کر دیا۔

آپ بہت بڑے خطیب اور شعلہ بیاں مقرر تھے آپ کی آواز میں بلا کی کاٹ اور لہجہ میں شیرینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہزاروں کے مجمع سے جب خطاب فرماتے تو ایک سکوت چھا جاتا۔ لوگ گوش بر آواز ہو جاتے اور آپ جو بات منہ سے نکالتے لوگوں کے دلوں میں اترتی چلی جاتی ایسے ہی ایک لیکچر کے دوران مغربی مفکر، مشہور ادیب اور ڈرامہ نویس جارج

برنارڈ شا آپ سے بے حد متاثر ہوا اور ۱۹۳۵ء میں ممباسا کے مقام پر ۱۷ اپریل کو جارج برنارڈ شا نے، شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ سے اسلام کے موضوع پر مناظرہ کیا اور طویل بحث و مباحثے کے بعد جارج برنارڈ شا اسلام کی ہمہ گیریت کا قائل ہو گیا۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے اپنی ذاتی کوششوں سے دنیا بھر میں ان گنت اسلامی مراکز، مدرسے، مسجدیں، اسپتال، ہاسٹل اور تعلیمی ادارے قائم کئے۔ ان میں جنوبی جامع مسجد کولمبو، سلطان مسجد سنگاپور، ناگویا مسجد جاپان اور عربی یونیورسٹی ملایا قابل ذکر ہیں۔ آپ کی کوششوں سے پاکستان مسلم نیوز ڈائجسٹ ٹرینی ڈاڈ۔ اور مسلم اینول، جنوبی افریقہ سے جاری ہوئے۔ آپ نے مصر میں "تنظیم بین المذاہب اسلامی" کے نام سے مختلف مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ایک تنظیم قائم کی۔

لادینیت کے خلاف یوں تو آپ زندگی بھر جہاد کرتے رہے مگر آپ نے ۱۹۳۶ء میں سنگاپور میں ایک تنظیم قائم کی جس کا نام "تنظیم بین المذاہب" رکھا گیا۔ اس تنظیم میں دنیا بھر کے تمام مذاہب کے راہنما شامل ہوتے۔ ان میں عیسائی، یہودی، بدھ مت، ہندو مت، سکھ اور مسلمان علماء کرام اور رہنما شریک ہوتے۔ اس مشترکہ کانفرنس میں تمام مذاہب کے ماننے والوں نے لادینیت کے خلاف متحدہ محاذ قائم کیا آپ کی ان خدمات کے اعتراف میں اس مشترکہ کانفرنس نے آپ کو "تقدس مآب" (HIS EXALTED EMINUNCE) کا خطاب عطا کیا۔ عالم اسلام کے کسی بھی عالم دین کے لئے یہ سب سے بڑا اعزاز ہے۔ پورے برصغیر میں کیا پوری دنیا میں صدیوں کوئی ایسا مبلغ نہیں گزرا جس نے دنیا کے چپے چپے میں جا کر دین حق کی اس طرح تبلیغ کی ہو۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کی انہی کوششوں کے نتیجہ میں کم و بیش ایک لاکھ غیر مسلموں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ ان میں یورپ کی شہزادی گلیڈس پامیر بھی شامل تھیں جن کا اسلامی نام خیر النساء رکھا گیا۔ ان کے علاوہ جنوبی افریقہ کی ریاست ماریشس کے فرانسیسی گورنر MERWATE TIFEFRNCH اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک خاتون وزیر MURIFL DONAWA جن کا نام فاطمہ رکھا گیا نے اسلام قبول کیا۔

آپ نے تبلیغ دین کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات کے لئے زندگی بھر بڑی کوششیں کیں۔ اسی سلسلے میں آپ کا عظیم کارنامہ سعودی عرب کی حکومت سے حجاج کرام پر عائد ٹیکس منسوخ کرانا ہے۔ اسی سلسلے میں آپ ۱۹۳۶ء میں رابطہ اسلامیہ ہند کے رئیس وفد کی حیثیت سے سعودی عرب تشریف لے گئے۔ نیز مشرقی و جنوبی افریقہ اور جزائر شرقیہ کے مندوب کی حیثیت سے شاہ عبدالعزیز ابن سعود سے مذاکرات کئے اور دنیا بھر سے آنے والے حاجیوں کے آرام و آرائش اور ان کو بہتر سہولتیں مہیا کرنے کے معاملات پر گفتگو کی اور اپنی کوششوں سے اپنا موقف تسلیم کروا لیا۔ ان مذاکرات کی تفصیل "البیان" کے نام سے شائع ہوئی ہے جس کے دیباچے میں اخوان المسلمین مصر کے بانی حسن البناء نے آپ کی علمی بصیرت اور مذہبی علمیت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے تحریک پاکستان میں مسلمانان ہند کی کوششوں اور کاوشوں کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کے علاوہ تحریک خلافت اور کانگریس کے خلاف شدھی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ آپ

نے ہندوستان کے اندر اور ہندوستان سے باہر عالم اسلام کو پاکستان کی اہمیت اور مسلمانوں کے لئے نئے مملکت کے قیام کی ضرورت کے موقف سے آگاہ کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے دنیا کے مختلف ملکوں کا دورہ کیا اور قیام پاکستان کے لئے دیگر مسلم ممالک کے عوام اور حکومتوں کا اعتماد حاصل کیا۔ آپ نے مفتی اعظم فلسطین امین الحسینی، مصر کے حسن البناؒ اردن کے سید عبداللہ شاہ اور دیگر عرب لیڈروں سے ملاقاتیں کیں اور ان سے مطالبہ پاکستان کے موقف کو منوایا۔ آپ نے برطانیہ اور مصر میں کانگریس کے خلاف زبردست محاذ بنایا اور قیام پاکستان کے لئے بھرپور کوششیں کیں۔ سنہ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں تاریخ ساز سنی کانفرنس کے انعقاد میں اہم کردار انجام دیا جس کا اعتراف پاکستان کے صدر مملکت جناب ضیاء الحق نے ستمبر ۱۹۸۰ء میں منعقدہ مشائخ کانفرنس کے دوران اپنی تقریر میں بھی کیا اور شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کی قیام پاکستان کے لئے کی جانے والی کوششوں کا اعتراف کیا۔

قیام پاکستان کے بعد شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ نے دیگر علمائے کرام اور مشائخ عظام کی معیت میں حضرت قائد اعظمؒ سے ملاقات کی اور ان سے ہونے والی گفتگو میں پاکستان کے لئے اسلامی دستور کے مسودہ کا واضح خاکہ پیش کیا۔ قائد اعظمؒ نے آپ کے ساتھ ہی پاکستان بننے کے بعد کراچی میں پہلی عید کی نماز بھی ادا کی۔

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ ۱۹۵۱ء میں ایک بار پھر تبلیغ دین کے سلسلے میں دنیا کے مختلف ملکوں کے دورے پر تشریف لے گئے اور ہزاروں غیر مسلموں کو دین حق کی دعوت دی اور انہیں دائرہ اسلام میں شامل کیا۔

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کو تصنیف و تالیف کا وقت کم ہی مل سکا۔ تاہم آپ نے درجنوں کتابیں اردو، انگریزی اور عربی میں تصنیف کیں جن میں "کتاب تصوف"، "بہار شباب" اور "احکام رمضان" اردو میں قابل ذکر ہیں۔ انگریزی تصانیف میں "اسلام کی ابتدائی تعلیم"، "اسلام کے اصول"، "اسلام اور اشتراکیت" "مسائل انسانی کا حل"، "اسلام میں عورت کے حقوق"، "مرزائی حقیقت کیا ہے" اور "مکالمہ جارج برنارڈ شا"۔ ان تصانیف کے علاوہ آپ کے سینکڑوں لیکچرز اور تقاریر کتابچوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ شعر بھی کہا کرتے تھے۔ مگر صرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدحت میں۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ "ذکر حبیبؐ" کے نام سے شائع ہو کر عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ ایسے ہی لوگوں میں شامل تھے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب چاہتے تھے۔ پس اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو زندگی میں بھی سرخرو کیا اور وصال کے بعد بھی اپنے قریب رکھا۔

آپ ۲۳ ذوالحجہ، ۲۲ اگست سنہ ۱۹۵۴ء کو ۶۲ سال کی عمر میں لاکھوں فرزندان توحید کے کاندھوں پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ منورہ کے لئے سفر آخرت پر روانہ ہوئے اور جنت البقیع میں زمین اوڑھ کر سو گئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

شاہ عبدالعلیم اور آنکی سیاسی جدوجہد

خواجہ رضی حیدر

ممتاز نوجوان صحافی خواجہ رضی حیدر کا تحقیقی مقالہ قارئین کی نذر ہے

• موصوف مضمون نگار روزنامہ "حریت" کراچی سے وابستہ ہیں اور قائدِ اعظمؒ کے صد سالہ یوم پیدائش کے موقع پر "قائدِ اعظمؒ کے ۷۲ سال" نامی ایک تحقیقی کتاب لکھ کر اہل علم سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ان دنوں اعلٰے حضرت عظیم البرکاتؒ کے رفیق خاص اور استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا وصی احمد محدث سورتیؒ نوراللہ مرقدہٗ کی حیات و خدمات پر "تذکرہ محدث سورتی" کے نام سے ایک ضخیم کتاب تصنیف کر رہے ہیں جو انشاء اللہ جلد منظر عام پر آ جائے گی۔

قیام پاکستان کی تاریخ کو اگر بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ برصغیر کی تحریک آزادی میں مسلم لیگ کو اس وقت تک مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جب تک کہ علماء و مشائخ نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کی رسالت اور مسلم لیگ کی نمائندہ حیثیت پر مہر تصدیق ثبت نہ کی۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ علماء دیوبند جمعیت علماء ہند کے لیبل کے ساتھ کانگریس کی تائید و حمایت پر کمربستہ تھے اور کھل کر متحدہ قومیت کا پرچار کر رہے تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کو یہ احساس دلانا کہ وہ ایک علیحدہ قومیت کے حامل ہیں اور اس بنیاد پر ان کا ایک علیحدہ وطن ہونا چاہیئے۔ یہ علماء اہلسنت کا ہی کارنامہ تھا۔

۱۹۲۰ء میں تحریک ترک موالات کے موقع پر اعلٰحضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں بریلوی لاہور اور لائل پور سے یکے بعد دیگرے دو استفسارات کے جواب میں "المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ" کے نام سے ایک تاریخی رسالہ لکھ کر ترک موالات کی شرعی حیثیت اور برصغیر میں اس تحریک کی

کامیابی کی صورت میں اس کے مضرت رساں نتائج سے مسلمانوں کو آگاہ کر چکے تھے۔ آپ نے اپنے اس رسالہ میں واضح طور پر اعلان کر دیا تھا کہ صرف انگریزوں سے ترک موالات کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ انگریز اور ہندو دونوں شرعی اعتبار سے مسلمانوں کے نزدیک کافر ہیں۔ اس لئے اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے مسلمانوں کو بیک وقت دونوں ہی سے موالات ترک کرنا پڑے گی۔ بصورت دیگر وہ اس مرحلہ پر ہندوؤں کا آلہ کار بن کر وہ ہندوستان میں سیاسی اعتبار سے عضو معطل ہو کر رہ جائیں گے۔ یہ اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت اور دانشمندی کا کرشمہ تھا کہ سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد مسلمانوں نے ہندوؤں کی اجتماعی سیاست پر اعتماد کرنا چھوڑ دیا اور وہ ایسے افراد کے متلاشی رہنے لگے جو صرف اور صرف مسلمانوں کی رہنمائی اور ان کی فلاح و بہبود کا فریضہ انجام دے سکیں۔

برصغیر کے مسلمانوں میں یہ فکر بیدار کرنے میں اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور علماء اہلسنت نے ہراول دستہ کا کام کیا۔ انہوں نے باقاعدہ تحریک خلافت کے رہنما مولانا محمد علی جوہر اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے اس موضوع پر گفت و شنید کی اور اپنا موقف ان پر واضح کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔ ہر چند اس مرحلہ پر تحریک خلافت کے رہنما اپنے موقف پر قائم رہے لیکن جلد ہی ان کو اپنی بے راہ روی کا اندازہ ہو گیا اور ان کے سیاسی طریقہ عمل میں نہ صرف نمایاں تبدیلیاں واقع ہوئیں بلکہ انہوں نے اعلیٰ حضرت کے ارشادات عالیہ کو مسلمانوں کے حق میں دور رس مثبت نتائج کا حامل قرار دیا۔

علماء اہلسنت نے روز اوّل سے ہی کانگریس کی پالیسیوں کو اسلام دشمن تصور کیا اور برصغیر کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ملتی جہاں علماء اہلسنت نے کانگریس کو مسلمانوں کی نمائندگی کا حق دیا ہو جبکہ آج بھی بھارت میں علماء دیوبند کانگریس کی پالیسیوں پر کاربند اور کانگریسی رہنماؤں کے کاسہ لیس دکھائی دیتے ہیں ہماری تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مؤرخین کے ایک گروہ نے اپنے ہم عقیدہ علماء کا اتنی کثرت سے تذکرہ کیا کہ آج جھوٹ سچ اور سچ جھوٹ نظر آنے لگا ہے لیکن حق چھپانے نہیں چھپتا اور اب بھی جب کوئی غیر جانبدار مؤرخ حقائق کی تلاش میں بنیادی ماخذوں کی طرف رجوع کرتا ہے تو اسے بلا کم و کاست یہ کہنا پڑتا ہے کہ تحریک پاکستان میں علماء اہلسنت نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ کسی دوسرے مکتبہ فکر کے علماء کے یہاں خال خال بھی نظر نہیں آتی ہیں۔

مبلغ اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا شمار بھی تحریک پاکستان کے صف اوّل کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آپ نے ابتداء ہی سے نہ صرف مسلم لیگ کی حمایت کی بلکہ قائداعظم محمد علی جناح کو قومی و ملی امور میں صائب مشورہ بھی دیا۔ سنہ ۱۹۳۶ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی انگلستان سے واپسی اور ہندوستان کی سیاست میں ازسر نو عملی شرکت کے بعد جن علماء کو ان سے خصوصی قربت حاصل رہی ان میں مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی بھی شامل تھے۔ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں قرارداد مقاصد کی منظوری سے قبل جسے بعد میں قرارداد پاکستان کہا گیا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ وہ مسلم لیگ اور مسٹر

جناح سے سیاسیات کا کام لیں کیونکہ فی زمانہ علمائے کرام یورپین سیاسیات اور ہندوستان کے غیر مسلموں خصوصاً ہندوؤں کی ڈپلومیٹک و سیہ کاریوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ موجودہ زمانے میں ہندوستان کے اندر آئینی جنگ ہو رہی ہے اس جنگ میں وہی مسلمان کامیاب ہوسکتا ہے جو انگریزوں اور کانگریسیوں دونوں کے ہتھکنڈوں سے بخوبی واقف ہو۔

(بحوالہ اخبار خلافت بمبئی ۲۴ فروری ۱۹۴۰ء)

مولانا عبدالعلیم صدیقی کو برصغیر کی سیاست کا پوری طرح اندازہ تھا اور خصوصاً جنوبی افریقہ میں دعوت و تبلیغ کے دوران آپ کو گاندھی کی مذموم سیاست اور انگریزوں کی حاکمانہ ذہنیت سے پوری طرح آگاہی حاصل ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ جانتے تھے کہ برصغیر میں گاندھی کی پرفریب سیاست کا پردہ چاک کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان دونوں محاذوں پر مسلمانوں کے دفاع کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے تقریباً دس سال محکوم ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے مطالبہ کی پرزور حمایت کی اور اس ضمن میں اپنے شب و روز ایک کر دیئے۔

۱۹۴۰ء کی قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ اور مختلف بلاد و امصار کے دورے کر کے علمائے اہلسنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تاکہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے مؤثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جا سکے۔ اس وقت جو علمائے اہلسنت علیحدہ وطن کے مطالبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرگرم عمل تھے۔ ان میں پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا عبدالغفور ہزاروی، مولانا محمد بخش مسلم بی اے لاہوری، مولانا قاری شاہ غلام رسول قادری، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا محمد فاخر الہ آبادی، وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔

۱۹۴۵ء کے اواخر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علمائے اہلسنت، مسلم لیگ کی انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشاں تھے وہاں مولانا عبدالعلیم صدیقی بھی اس محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ آپ نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوتے ہوئے مسلمانان ہند کے نام ایک مؤثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ تمام برادران ملت کو علی العموم وقت سفر حجاز مقدس میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدیدہ میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمہ تن سرگرم ہو جائیں اور آبائے وطن کے دام تزویر میں آکر اپنے شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دینی کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت الٰہیہ کے لقب سے

ملقب کیا جائے۔

(بحوالہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

مبلغ اسلام نے ۱۹۳۶ء میں بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے میں نمایاں حصہ لیا اور اس کے فوراً بعد مسلم لیگ کی طرف سے متعدد عرب ممالک کا دورہ کیا اور نظریۂ پاکستان کی اتنے مؤثر انداز میں وکالت کی کہ عرب علماء و عوام تہہ دل سے پاکستان کے مطالبہ کی حمایت پر آمادہ ہو گئے۔ اس دورہ میں عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ جب اکتوبر ۱۹۳۶ء میں وطن واپس پہنچے تو کراچی کی بندرگاہ پر مسلمانوں کے ایک کثیر اجتماع نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ اور جمعیت سنیہ جامعہ قادریہ کراچی نے آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان سنی کانفرنس منعقد کی جس میں صوبہ سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے شرکت کی۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالعلیم صدیقی نے کہا کہ "موجودہ کانگریسی حکومت کے نظام عمل اور ہمارے پاکستانی نظام عمل میں ایک ایسا فلک پیما فرق ہے کہ جس کو ہم کسی صورت منظور نہیں کر سکتے۔ ہمارا پاکستانی نظام عمل ایک مافوق البشر کا لایا ہوا سمجھایا ہوا اور زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل کے قدرتی قوانین پر منتج ہے۔ دنیاوی حکومتوں کے قوانین لمحہ بلمحہ روز و شب ترمیم و اضافہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں مگر اس مافوق الفطرت نبی (یعنی حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین والمرسلین) کا لایا ہوا قرآنی نظام عمل اور قوانین حکومت ترمیم و تنسیخ سے مبرا، زمانہ ہائے ماضی حال و مستقبل پر حاوی ہے۔ اسی لئے میں مسلمانوں کے مجوزہ وطن کو "قدرتی پاکستان" کہتا ہوں جس کی بنیادیں احکام قرآنی اور ارشادات مصطفوی پر ہوں گی۔ ہمارے علماء و مشائخ نے اپنی روحانی قوت سے خانقاہوں میں خاموش بیٹھے ہوئے "پاکستانی لشکر" کی تعلیم و تربیت کا فریضہ انجام دیا ہے اور وہ میدان عمل میں آچکے ہیں اور اب برصغیر کے مسلمانوں کا "قدرتی پاکستان" مقصد بن چکا ہے"۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے اس موقع پر کراچی و سندھ کے علماء و مشائخ کو دعوت دی کہ وہ سنی رضاکاروں کی تنظیم کا کام شروع کریں اور دوسروں کو بھی اسلام کے بنیادی اصول خمسہ پر پابندی کی دعوت دیں۔ (بحوالہ۔ اخبار دبدبۂ سکندری ۱۱ نومبر ۱۹۳۶ء)

قائد اعظم محمد علی جناح ہمیشہ مبلغ اسلام کی ہمہ صفت شخصیت اور سحر بیانی سے متاثر رہے کیونکہ ان کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا تھا جو ہفت زبان ہو اور ہر ملک میں اس ملک کی مروجہ زبان میں ہی نظریۂ پاکستان کی وضاحت کا فریضہ انجام دے سکے چنانچہ متعدد بار قائد اعظم نے مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی کو بیرونی ممالک کے دورہ پر بطور خاص روانہ کیا تھا کہ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ کو اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا۔ یہاں پھر ایک مرتبہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایسے وقت میں جبکہ علماء اہلسنت قیام پاکستان کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے، علماء دیوبند پر مشتمل "جمعیت علماء ہند" کانگریسی رہنماؤں کی حلقہ بگوشی میں مصروف تھی اور برابر اس مذموم کوشش میں لگی ہوئی تھی کہ اسلامیان ہند کا شیرازہ منتشر ہو جائے اور پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے ایک رفیق خاص مرزا ابوالحسن اصفہانی نے اپنی کتاب

"قائد اعظم محمد علی جناح میری نظر میں" میں لکھا ہے کہ جون ۱۹۳۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمانی بورڈ کے اجلاس لاہور میں منعقد ہوئے جن کی صدارت قائد اعظم محمد علی جناح نے کی۔ ان اجلاسوں سے مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی نے بھی خطاب کیا اور کہا کہ دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کرے گا بشرطیکہ پروپیگنڈہ کا خرچ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم بھی طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے پاس فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے۔ اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے۔ ان علماء کو اس سے مایوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ ہندو کانگریس کی طرف ڈھلتے گئے اور کانگریس کے لئے پرچار کرنے لگے جو ظاہر ہے کہ ان کے مالی تقاضے پورے کر سکتی تھی۔ (بحوالہ قائد اعظم جناح میری نظر میں صفحہ ۳۰ مطبوعہ کراچی)

اس صورتحال سے علماء دیوبند کے ایک طبقہ نے یہ محسوس کیا کہ وہ اس عظیم عوامی تحریک سے اپنے موقف میں لچک نہ ہونے کی بنیاد پر کٹتے جا رہے ہیں۔ اس لئے مولوی اشرف علی تھانوی نے ۱۹۴۰ء میں لیگ کے اجلاس منعقدہ پٹنہ کے موقع پر ایک وفد قائد اعظم کے پاس بھیجا جس نے قائد اعظم کو اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ اس وفد میں دیوبند کے صف دوئم کے علماء شامل تھے۔ علماء اہلسنت کی عوام الناس میں مقبولیت اور مطالبہ پاکستان کی شدت کے پیش نظر ان علماء کے نزدیک مصلحت کوشی کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ان تمام حقائق کی روشنی میں اگر تحریک پاکستان کا جائزہ لیا جائے تو یہ طے ہو جاتا ہے کہ بانیان پاکستان میں صرف اور صرف علماء اہلسنت شریک تھے اور وہ نہایت پرخلوص انداز میں حکومت الٰہیہ کے قیام کے لئے جدوجہد کر رہے تھے جس کو یقیناً غیر جانبدار مورخ کبھی نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ یہاں یہ کہنا میں اپنا بنیادی حق سمجھتا ہوں کہ مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی پر تحقیقی انداز میں بہت کم کام ہوا ہے خصوصاً تحریک پاکستان کے حوالے سے ان کی شخصیت کے بے پناہ گوشے ابھی تشنۂ تفصیل ہیں۔ اس لئے مسخ شدہ تاریخی حقائق کے ابطال کے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ قلمکاران اہلسنت اپنے علماء و مشائخ کی خدمات کو بلا تاخیر قلمبند فرمائیں تاکہ آنے والا مورخ حق کو حق اور باطل کو باطل کر کے دکھائے۔

حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ

منجھے ہوئے نوجوان ادیب جناب حاجی احمد مجاہد روز نامہ "نوائے وقت" کراچی سے وابستہ ہیں۔ مبلغ اسلام شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی پر انہوں نے مختصر مگر جامع مضمون ارسال کیا ہے۔ جو اُن کے شکریے کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔ **حاجی احمد مجاہد**

علمائے حق نے ہمیشہ تحریری اور تقریری طور پر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ایسی برگزیدہ ہستیوں میں علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مبلغ اعظم سفیر اسلام کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے۔

ذوالحجہ کی ۲۳ تاریخ کو نہ صرف پاکستان و ہندوستان بلکہ افریقہ، یورپ، ایشیا اور مشرقِ وسطےٰ کے بیشتر ممالک میں علامہ شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی کا عرس مبارک احترام و عقیدت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

شاہ عبدالعلیم صدیقی قادری بلاشبہ اس صدی کے بہت بڑے اور عظیم مبلغ اسلام تھے۔ آپ کی شبانہ روز کوششوں و کاوشوں سے برِ اعظم افریقہ و یورپ میں شمعِ اسلام روشن ہوئی اور ہزاروں بندگان خدا گم کردہ راہ اپنی منزل کو پا گئے۔ محدود وسائل ناساعد حالات میں مخلصانہ و والہانہ جذبہ کے تحت آپ نے اسلام کا پیغام دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچایا۔ اس کے نتیجہ میں ستر ہزار سے زائد غیر مسلم بگوش اسلام ہوئے اور اپنے سینوں کو نور اسلام سے منور کیا۔

علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی ۳ اپریل ۱۸۹۲ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک میرٹھ (یوپی) میں مشہور عالم دین نامور صوفی اور نعت گو شاعر حضرت علامہ شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی جوش کے ہاں پیدا ہوئے جن کا سلسلہ نسب خلیفہ اوّل امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

۴ برس کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ والد ماجد سے عربی اردو اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اس کے بعد میرٹھ کی مشہور دینی درسگاہ، مدرسہ عربیہ قومیہ میں داخلہ لیا اور سولہ برس کی عمر میں

اعتیازی حیثیت سے درس نظامی کی سند فراغت حاصل کی اس کے بعد علوم جدیدہ بالخصوص انگریزی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد میرٹھ کالج سے ۱۹۱۰ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کی روحانی تربیت والد ماجد حضرت علامہ شاہ عبدالحکیم صدیقی، برادر محترم حضرت مولانا احمد مختار صدیقی، حضرت پیر سید علی شاہ محدث کچھوچھوی اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی جیسے عظیم المرتبت بزرگوں نے کی اور سلسلہ قادریہ میں مولانا شاہ احمد رضا خان بریلویؒ سے بیعت ہوئے آپ اعلیٰ حضرت کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ، حضرت شیخ احمد الشمس اور لیبیا کے روحانی بزرگ حضرت شیخ السنوسیؒ سے بھی روحانی فیوض و برکات حاصل کی۔ ۱۹۱۹ء میں حج بیت اللہ شریف سے واپسی پر حضرت بریلویؒ نے خرقۂ خلافت پہنا کر بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا۔

تبلیغی سرگرمیاں و کارہائے نمایاں

آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کا سلسلہ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۴ء تک کے ۳۵ سالہ طویل دور پر مشتمل ہے۔ فاضل بریلوی کا حکم پاتے ہی امریکہ افریقہ، انگلینڈ، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، چین، جاپان، کینیڈا، سیلون ٹرنی ڈاڈ اور فلپائن کے تبلیغی مشن پر روانہ ہوئے۔ دین اسلام کی قولاً و عملاً تبلیغ شروع کی جو آخری دور تک جاری رہی۔ ہر ملک میں مساجد، مدرسے اور مشن قائم کئے اور ماہنامے اور ہفت روزے جاری کئے۔ سنگاپور، سلطان مسجد جوہر کا دارالعلوم، جاپان مسجد ٹوکیو، کولمبو کی مسجد حنفیہ، نائیجیریا کا اسلامی کتب خانہ، دمشق اور مسجد آپ کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ انگریزی زبان میں مسلم ڈائجسٹ افریقہ، سٹار آف اسلام کولمبو، ٹرینی ڈاڈ مسلم اینول ماہنامے رسائل آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے ملایا میں جناب محمد ابراہیم السگوف کے تعاون سے عربی یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی۔

۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور کے الحادی لیکچروں کا توڑ کیا اور انڈونیشیا میں سب سے بڑی اسلامی تنظیم "جمعیت المحمدیۃ" کے پلیٹ فارم سے عیسائیوں اور قادیانیوں کے خلاف اسلام کی حفاظت کی۔ سرابیہ میں انڈین مسلمانوں کی جماعت، برٹش انڈین مسلم ایسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی۔ ۲۹-۱۹۲۸ء میں ماریشس میں قادیانی تحریک کا خاتمہ کر دیا۔ حزب اللہ کی بنیاد ڈالی۔ آپ کی تبلیغ سے بہت سے مشہور ہندو اور عیسائی حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان میں ماریشس کے فرانسیسی گورنر مرحوم خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

۳۲-۱۹۳۱ء میں گرین پمفلٹ تحریک شروع کی۔ سنگاپور سے ریئل اسلام (REAL ISLAM) ماہنامہ رسالہ بزبان انگریزی جاری کیا ۱۹۳۶ء سنگاپور میں انگریزی اسلامی ماہنامہ دی جینوئن اسلام (THE GENUINE ISLAM) کی اشاعت کی جس سے موجودہ دور میں پہلی بار اسلام کا پیغام چینیوں کے عوام تک پہنچا۔

ہانگ کانگ، ٹوکیو، اوساکا، کوبے میں اسلام کے موضوع پر تقاریر کیں جس سے بڑی تعداد میں جاپانی تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ازہر یونیورسٹی میں اسلامی مبلغین کی تیاری کے لئے طلباء کا وفد روانہ کیا۔ ۱۹۴۷ء میں مکہ معظمہ میں شاہ ابن سعود سے حجاج کو

پیش آنے والی مشکلات کو ذکر کیا۔ ورنہ دوران حج یورپی نومسلم حجاج
کو پیش آنے والی مشکلات کے حل کے لئے جدوجہد کی۔

۳۹-۱۹۳۸ء میں سیلون میں حزب اللہ قائم کی۔ آپ نے
صرف انڈونیشیا میں ایک ہی مباحثہ میں پانچ ہزار مظاہر پرستوں پر
یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ہی ایک مکمل اور ناقابل تنسیخ دین ہے۔ اور
سب نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ آپ کی کوشش
اور تبلیغ کے اثرات سے ماہرین، وکلاء، فلاسفر، ڈاکٹر، سائنسدان اور
کئی وزراء مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان میں روسی سائنسدان اتوتوف
بورنیو کی شہزادی گلڈے بال خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۲ اپریل ۱۹۳۵ء
کو مشہور جنوبی افریقہ کے انگریز مفکر ڈاکٹر برنارڈ شا سے "اسلام اور
عیسائیت" پر مناظرہ کیا۔ برنارڈ شا پر آپ کی علمی شخصیت کا اس قدر رعب
چھایا کہ اسلام قرآن پاک اور پیغمبر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرتے
ہوئے کہا کہ آئندہ سو سال بعد دنیا کا مذہب صرف اسلام ہوگا۔ علامہ
صدیقی اور برنارڈ شا کے مابین گفتگو بزبان انگریزی (A SHAVIAN AND
A THEOLOGIAN) اسلامک سینٹر بی بلاک ناظم آباد کراچی نے شائع کیا
ہے۔ آپ کو دنیا بھر کی کافی زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ۱۹۵۱ء
میں پوری دنیا کا تبلیغی سفر کیا جس میں انگلستان، فرانس، اٹلی، برٹش گیانا
مڈغاسکر، سعودی عرب، مصر، ٹرینیڈاڈ، امریکہ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور
ملائیشیا، تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور سیلون قابل ذکر ہیں۔ علامہ صدیقی کا
یہ عظیم دورہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جس کی مثال دورِ حاضرہ کی اسلامی
تاریخ میں نہیں ملتی۔ عمر بھر کے تبلیغی مشن میں ستر ہزار غیر مسلموں نے آپ
کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ انہی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین
پیش کرتے ہوئے فلپائن کے صدر ڈاکٹر احمد نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں جشن
نزول قرآن کے موقع پر علماء کرام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"آج ہمیں برصغیر پاک و ہند کے مشہور مبلغ
مولانا عبدالعلیم صدیقی کی طرح دین کی تبلیغ و اشاعت
کرنی چاہیئے۔ مولانا نے فلپائن کے جزیروں
میں اسلام کی تبلیغ کے لئے مدرسے، لائبریریاں
اور مساجد بنوائیں، ماہنامے اور ہفت روزہ جریدے
جاری کئے۔ ہمیں اسلام کی جو روشنی ملی ہے، ان ہی
سے ملی ہے۔ ان کی مساعی جلیلہ سے ہم مسلمان بنے۔"

تحریک پاکستان

آپ نے فلسطین و کشمیر کی مظلوم قوموں کی حمایت میں آواز بلند
کی۔ تحریک پاکستان میں جب کانگریسی اور ان کی ہمنوا جماعتیں حشرات
الارض کی طرح بیرونی ممالک میں پھیل گئیں تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں
کانگریسیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ مسلم لیگ کی طرف سے باقاعدہ طور پر
مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور وہاں عالم اسلام کے مسلمانوں اور علماء کو
تحریک پاکستان سے روشناس کرایا۔ مصر میں استاذ البنا قائد
اخوان المسلمین، مفتی اعظم فلسطین حضرت سید امین الحسینی، اردن کے
بادشاہ سید عبداللہ اور دوسرے عرب رہنماؤں سے ملے اور ان کو نظریہ
پاکستان کی حقیقت سے روشناس کرایا۔ اس طرح عوام و خواص تحریک
پاکستان کے پرجوش حامی بن گئے۔

انہوں نے ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کے
زیر اہتمام منعقدہ عظیم الشان جلسے میں تحریک پاکستان کے حق میں قرارداد
منظور کروائیں۔ ہفت روزہ اقدام آپ کی انہی خدمات کو خراج تحسین

پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

"مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری
میرٹھی نے مسلم لیگ کی طرف سے کئی ممالک کا
دورہ کیا اور پاکستان کی اہمیت دنیا پر واضح کی اور
سفیر اسلام مشہور ہوئے۔"

پاکستان بننے کے بعد قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے حکم پر اسلامی ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کی اور قائد اعظم نے آپ کو سفیر پاکستان کا خطاب دیا۔ پاکستان بننے کے بعد پہلی نماز عید کراچی کی سب سے پرانی اور اس وقت کی مرکزی عید گاہ، گراؤنڈ میں پڑھائی۔ آپ کی اقتدا میں بابائے قوم محمد علی جناحؒ اور دیگر علماء دین نے نماز ادا کی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی نے خطبۂ عید میں بھی اسلامی آئین کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی اور اس کے عملاً نفاذ پر زور دیا۔

قائد اعظم کے وصال سے کچھ عرصہ قبل جب آپ تبلیغی عالمی دورے سے واپس پاکستان تشریف لائے تو کراچی میں سندھ، پنجاب، مشرقی پاکستان کے علماء کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ آپ کی نگرانی میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، غازی کشمیر قائد تحریک ختم نبوت حضرت مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، حضرت مفتی صاحب داد، حضرت علامہ احمد سعید شاہ صاحب قادری اور حضرت مولانا پیر محمد قمرالدین سیالوی کے علاوہ بے شمار علماء و مشائخ نے جامع دستور آئین اسلامی کا مسودہ تیار کیا اس پر علماء نے تائیدی نوٹ لکھے۔ مبلغ اسلام عبدالعلیم صدیقی کی سرکردگی میں جید علماء و مشائخ کا وفد قائد اعظم سے ملا اور یہ اسلامی آئین کا مسودہ پیش کیا۔ قائد اعظم نے تین گھنٹے طویل بات چیت آئین کے مختلف پہلوؤں پر کی اور اس قدر احسن طریقے سے مطمئن کیا کہ قائد اعظم نے آپ کو آپ کے ساتھیوں کو یقین دلایا کہ انشاء اللہ اسمبلی کے منظور کرنے کے بعد اسے جلد نافذ کیا جائے گا مگر شدید بیماری اور علالت کے بعد قائد اعظم کا وصال ہوا جس سے یہ وعدہ دھرا کا دھرا رہ گیا۔

تصانیف و مطبوعہ تقاریر

علامہ عبدالعلیم صدیقی ایک عظیم مبلغ کے علاوہ ایک بڑے مقرر اور بلند پایہ اور عظیم مصنف بھی تھے۔ آپ کی کتابوں میں عربی میں حقیقت المرزائین (مرزائیوں کے بارے میں ایک اہم کتاب) المراۃ رد قادیانیت میں بلند پایہ تصنیف جس کی اشاعت سے انڈونیشیا میں قادیانیوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ حج مکیں وغیرہ۔

اردو میں آپ کی کتابوں میں ذکر حبیب حصہ اول و دوم (سیرت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم) بہار شباب تحفۂ نکاح اور اسلامی امور پر نوجوانوں کے لئے بہترین کتاب احکام رمضان۔ علم کا گم کردہ راہ اور حقانیت اور حصول علوم ظاہری کے حقوق (مرزائی حقیقت کا اظہار (مرزائیوں کے بارے میں اہم کتاب) وغیرہ۔

اور انگریزی میں

اسلام کے اصول THE PRINCIPLES OF ISLAM

مسلمانوں کی سائنسی ایجادات

CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS

اسلام کی ابتدائی تعلیمات

ELEMENTARY TEACHING OF ISLAM

اسلام میں عورتوں کے حقوق

THE STATUS OF WOMEN IN ISLAM

حقیقی مسرت کی تلاش

QUEST FOR TRUE HAPPINESS

اشتراکیت کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔

HOW TO FACE COMMUNISM

اسلام اشتراکیت کے چیلنج کا جواب دیتا ہے۔

ISLAMANSWER TO THE CHALLENGE OF COMMUNISM.

حضرت مولانا صدیقی اور جارج برنارڈ شا کا مناظرہ

ASHAVIAN & THEOLOGIAN

THE CLASUON CALL بانگ درا

تصوف اسلام

SPIRITUAL CULTURE OF ISLAM

وغیرہ شامل ہیں۔

رحلت

حضرت علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ ۱۳۷۳ھ میں تبلیغی دورہ کے بعد عازم حج و زیارت ہوئے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے فوراً بعد مدینہ طیبہ حاضری دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ دربار حبیب سے واپسی کو دل نہ چاہتا تھا اور دل سے دعا نکل رہی تھی کہ ؎

علیم خستہ جاں تھک گیا ہے درد ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو

اسی ماہ مقدس ذوالحجہ کی ۲۲ تاریخ کو آپ خالق حقیقی سے جا ملے بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۵۴ء۔ اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

آپ کے وصال کی خبر ساری دنیا میں پھیل گئی۔ اخبارات و رسائل علماء فضلاء تڑپ اٹھے کہ شاید آپ جیسا عدیم النظیر مبلغ اسلام دوبارہ اسلام کو میسر نہ آسکے۔

اولاد

آپ نے جس مشن کی تکمیل کے لئے اپنی پوری زندگی صرف کر دی خدا کے فضل و کرم اور آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپکے جانشین علامہ شاہ احمد نورانی اس مشن کی تکمیل کیلئے سواد اعظم اور دعوت اسلامیہ کی بیش بہا خدمات انجام دے رہے ہیں اور ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ کی حیثیت سے بیرونی دنیا میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اور دوسری جانب پاکستان میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے بھرپور جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسی طرح بڑے صاحبزادے مولانا شاہ محمد جیلانی صدیقی برطانیہ میں مسلمانوں کے لئے عظیم تبلیغی سرگرمیاں سرانجام دے رہے ہیں آپ کی صاحبزادی ڈاکٹر فریدہ احمد سربراہ خواتین اسلامی مشن ملک اور بیرون ممالک میں تبلیغی فریضے کی انجام دہی کے لئے شب و روز مصروف ہیں۔



JUMMAH MOSQUE, MAURITIUS

چند یادیں چند تاثرات

مولانا محمد اطہر نعیمی

مفتی محمد عمر نعیمی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے جامع مسجد آرام باغ کے اعزازی خطیب اور رویت ہلال کمیٹی کے ممبر مولانا محمد اطہر نعیمی صاحب کا مضمون نذر قارئین ہے۔ مولانا موصوف کو یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہوں نے مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کو بہت قریب سے دیکھا اور انہی یادداشتوں پر مشتمل مضمون ترتیب دیکر مجلّہ ھٰذا نذر کیا۔

تاریخ کیا ہے اور یہ نام کس نے اور کیوں رکھا گیا ہے یہ بذات خود ایک علیحدہ اور علمی موضوع ہے جس پر تبصرہ نہ تو یہاں مقصود اور نہ مجھ جیسے بے بضاعت سے ممکن۔ البتہ عرف عام میں تاریخ ماضی میں گزرے ہوئے واقعات کے اعادہ کا دوسرا نام ہے۔

آج کل تو اقدار بدل گئی ہیں اس لئے کہ ہم نے ماضی کی طرف نظر ڈالنی چھوڑ دی ہے اور جن قوموں نے اپنے ماضی کو بھلایا ہے انہیں ہمیشہ ندامت سے ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ تفصیل سے قطع نظر اور تمہید سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس

ترقی یافتہ دور میں جبکہ ہر چیز کو سائنس اور ٹیکنالوجی کی عینک سے دیکھا جا رہا ہے ایسے دور میں اس ماضی کی اہمیت کو ختم ہی نہیں بلکہ کم بھی نہیں کیا جا سکتا جس ماضی کو ہم غیر متمدن اور غیر مہذب جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔

نقد مختصر یہ کہ مشہور مثل کے مطابق معاشرہ افراد سے بنتا ہے اور جیسے افراد ہوں گے ویسا ہی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ میں نے سابق سطور میں ماضی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ زمانہ کی تین اقسام کی ہیں۔ ماضی، حال، مستقبل۔ لیکن ماضی کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے ماضی قریب اور ماضی بعید۔

اور بہر مطلب ہمارا ماضی جو بعید زمانہ سے متعلق تھا وہ تاریخ کے اعتبار سے انتہائی تابناک تھا لیکن بدلتے ہوئے حالات میں وہ تابانی باقی نہ رہی اور وہ آفتاب کی طرف چمکنے والا ماضی غروب کی طرف مائل ہوا لیکن ایسے حالات میں بھی اس میں کچھ روشنی باقی رہی۔

میرا تعلق برصغیر ہندو پاکستان سے ہے اس لئے فطری طور پر میری دلچسپیاں بھی اسی علاقہ کی تاریخ سے وابستہ ہیں۔

برصغیر کی گزشتہ سو سال پہلے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس صدی میں ۱۸۵۷ء کو بہت اہمیت حاصل ہے اور جغرافیائی طور پر اس سال کو برصغیر کے ایک اہم شہر کے واقعہ نے بڑی شہرت دلائی میری مراد یوپی کے شہر میرٹھ سے ہے۔

اس شہر نے وہ ہمہ گیر شہرت حاصل کی جو آج تک صفحات تاریخ پر درخشاں اور تاباں ہے۔ ایک مشہور ضرب المثل کے مطابق "مکاں کی حیثیت مکیں سے ہوتی ہے" شہر میرٹھ نے اپنے جن بسنے والوں کی وجہ سے شہرت حاصل کی ان میں ایک شخصیت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد عبدالعلیم صدیقی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے۔ موصوف مشہور زمانہ (نابغہ)

جنگ آزادی کی تحریک کے ۲۵ سال بعد ۳ اپریل ۱۸۹۲ء میں پیدا ہوئے۔

والد محترم نے پہلے علوم اسلامیہ کی تعلیم دی اور یہ ہونہار فرزند ابھی سولہ سال ہی کے تھے کہ علوم دینی میں مہارت حاصل کی۔ اور سند و دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے۔

والد محترم نے نوشتہ دیوار کو پڑھ لیا تھا اور اپنی فراست سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اس فرزند کو مستقبل میں کچھ کرنا ہے۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ موجودہ معاشرہ میں علم کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے علم ظاہری اور علم باطنی۔ لیکن علم ظاہری میں دو قسمیں ہو جاتی ہیں۔ دینی اور دنیاوی۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی قدس سرہ نے علم ظاہری دینی و دنیاوی حاصل کرنے تو علم باطنی کی جانب متوجہ ہوئے اور اپنے بزرگ مکرم مولانا احمد مختار صاحب سے بیعت و خلافت حاصل کی اور علوم روحانی کی تعلیم و تربیت حاصل کی لیکن جذبہ شوق و محبت کی تکمیل کے لئے ۱۹۱۹ء میں مرکز روحانیت و عقیدت کی طرف متوجہ ہوئے اور بارگاہ بیکس پناہ سید المرسلین میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ یہاں اطراف و اکناف عالم سے آئے ہوئے صاحبان علوم روحانی سے استفادہ کیا۔

راقم الحروف کو یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے حضرت مولانا احمد مختار قدس سرہ کی زیارت کی۔ موصوف سفر افریقہ سے جب واپس آئے تو آپ کے ساتھ تشنگان علوم دینی میں سے چار افراد تھے انہیں لے کر مولانا موصوف مراد آباد تشریف لائے اور حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین ؒ سے فرمایا میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے اب تشنگان علم کی سیرابی آپ کے ذمہ ہے۔ ان چار طالب علموں میں دو کے نام ذہن میں ہیں۔ ان میں ایک مولوی محمد بشیر مرحوم تھے اور

دوسرے مولوی نظام الدین مرحوم ان کا تعلق ڈربن (افریقہ) سے تھا، مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم سے میری خط و کتابت بھی تھی۔ موصوف نے اس علاقہ میں کافی خدمت کی اور مولانا احمد مختار قدس سرہٗ کے مشن کو جاری رکھا تھا۔

مولانا احمد مختار صاحب کو جب میں نے دیکھا تھا تو موصوف کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ مراد آباد کے دورانِ قیام میں نے مولانا کو لکھتے ہوئے دیکھ کر تعجب کیا لیکن اس سے قبل مولانا کی تحریریں خط و کتابت میں دیکھ چکا تھا اس وقت احساس ہوا کہ مولانا نظر ختم ہونے کے باوجود ایسا پاکیزہ لکھتے ہیں جیسا کہ آنکھ والے نہیں لکھ سکتے ہر ہر حرف اپنی جگہ، نہ سطر ٹیڑھی اور نہ عبارت میں کوئی سقم۔

گفتگو کا انداز اتنا پیارا ہوتے وقت یہ معلوم ہوتا کہ زبان سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ مولانا احمد مختار قدس سرہٗ کے دو صاحبزادے عزیزی ظہور الحق رحمانی اور عزیز الحق عرفانی بھی جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔

کچھ عرصہ بعد حضرت علامہ مولانا عبد العلیم صدیقی قدس سرہٗ مراد آباد تشریف لائے اور جب مولانا کی زیارت ہوئی تو اندازہ ہوا کہ اس گلشن کا ہر پھول ہی منفرد اور یگانہ ہے۔ مولانا عبد العلیم صاحب میرٹھ سے غالباً بریلی تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں مراد آباد کے اسٹیشن پر گاڑی بدلنا پڑتی تھی اس لئے مولانا صاحب موصوف نے اپنا پروگرام اس طرح ترتیب دیا تھا کہ چند گھنٹے مراد آباد میں صدر الافاضل سے ملاقات کر کے تبادلۂ خیال کیا جائے اس لئے اسٹیشن سے سیدھے حضرت کے دولت کدہ پر تشریف لائے۔ انہی دنوں جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا سالانہ جلسہ تقسیم اسناد ہو رہا تھا۔ راقم الحروف اور مدرسہ کے چند طالب علم جو حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ انہوں نے مولانا صاحب کی اس وقت تشریف آوری کو نعمت غیر مترقبہ سمجھا، موقع تھے ہی حضرت صدر الافاضل سے عرض کیا کہ اگر آج مولانا صاحب کو مراد آباد روک لیا جائے تو رات کو مدرسہ کے جلسہ میں تقریر ہو جائے۔ حضرت صدر الافاضل نے فرمایا مولانا کو اس وقت جلسہ میں شرکت کی دعوت دینا مناسب نہیں دوسری بات یہ کہ مولانا کے لئے اپنے پروگرام میں تبدیلی کرنے سے دشواریاں ہوں گی۔ علاوہ ازیں مدرسہ کے جلسہ میں مولانا کو مدعو بھی نہیں کیا گیا اب اگر ان سے تقریر کے لئے کہا جائے تو میرے کہنے سے انکار تو نہیں کریں گے لیکن یہ طریقہ اکابر علماء کے وقار کے منافی ہے اور اگر ہم اپنے علماء کے وقار کو ملحوظ نہ رکھیں گے تو عوام پر اس کا برا اثر ہوگا۔ تم لوگ خود مولانا سے درخواست کرو اور وہ راضی ہو جائیں تو مناسب ہوگا۔

ہم طالب علم حضرت صدر الافاضل کی گفتگو سے مایوس ہو گئے تو براہ راست مولانا کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست پیش کی۔ مولانا نے اپنے مخصوص متبسم انداز میں فرمایا: میں طالبان علم دین کا بہت احترام کرتا ہوں اور آپ لوگ تو حضرت استاد العلماء کے تلمذ کی نسبت رکھتے ہیں اس لئے مزید احترام کے لائق ہو، قصہ مختصر یہ کہ مولانا نے فرمایا پروگرام میں تبدیلی کے سلسلہ میں اب چند جگہ اطلاع کرنی ہوگی لہٰذا آپ نام سے فلاں فلاں جگہ اطلاع کر دیں۔

رات کو حضرت مولانا قدس سرہٗ تقریباً گیارہ بجے اسٹیج پر تشریف لائے جامعہ نعیمیہ کا وسیع و عریض میدان نعرہ ہائے تکبیر و رسالت سے گونج اٹھا، تقریباً نصف شب کے بعد مولانا نے تقریر شروع فرمائی۔ جہاں یہ بات بے محل نہ ہوگی کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے مولانا کو

حسین صورت و سیرت سے سرفراز فرمایا تھا وہاں حسن صورت پر بھی مولانا صاحب کی ممتاز حیثیت تھی۔ عجیب والہانہ اور پیارے انداز مولانا صاحب نے خطبہ مسنون پڑھا اور مجمع کو مبہوت فرمایا۔ خطبے کے بعد حضرت مولانا نے جس عقیدت و محبت کے ساتھ بارگاہ سید الانام میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش فرمایا ایسے مناظر کو دیکھنے کے لئے اب آنکھیں ترستی ہیں۔ یہاں تو نا کی عقیدت و محبت نبوی کے علاوہ بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا اندازہ ہوگا۔ مولانا نے جو نعت شریف پڑھی تھی اس کا ایک مصرعہ اب بھی حافظہ پر باقی ہے۔

مدینہ کی زمیں میں دفن ہوں یہ بڑیاں میری

دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ انتقال سے قبل حضرت مولانا قدس سرہ اتنے نحیف ہو گئے کہ جسم صرف پوست و استخواں کا مجموعہ تھا۔ اللہ رب العالمین نے حضرت مولانا کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور مولانا قدس سرہ جنت البقیع میں آسودہ خاک ہوئے۔ راقم الحروف نے حضرت مولانا کے مزار مقدس پر حاضری دی ہے۔

برصغیر کی تقسیم سے قبل حضرت مولانا قدس سرہ سے بارہا شرف نیاز حاصل ہوا اور حضرت مولانا قدس سرہ کے معمولات دیکھنے کے بعد جو تاثر حضرت مولانا کی ذات سے قائم ہوا اس کو ضبط تحریر لانا ممکن نہیں مولانا عشق نبوی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بڑوں کا ادب چھوٹوں پر شفقت انداز گفتگو متانت، سلاست، سادگی غرض کہ کون سا وصف ایسا تھا جو حضرت مولانا کی ذات میں نہ ہو۔

سادات کرام سے حسن عقیدت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ حضرت علامہ مولانا غلام جیلانی صاحب سے جو اس زمانہ میں میرٹھ میں مقیم تھے کسی شرعی مسئلہ پر گفتگو آتی بڑھی کہ معاملہ تکرار تک آ گیا لیکن مولانا کی سادات کرام سے حسن عقیدت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جامعہ نعیمیہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے موقع پر سر دو حضرت جلسہ پر مدعو تھے۔ جلسہ کے بعد صبح کو معاملہ حضرت صدر الافاضل کے سامنے پیش ہوا تو حضرت مولانا عبد العلیم قدس سرہ نے فرمایا کیسی تکرار تھی اور کیسا نزاع ہمارے درمیان کوئی ایسی بات ہی نہیں یہ شرعی مسئلہ ہے ہم دونوں نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق نفس مسئلہ پر اظہار خیال کیا ہے چونکہ ہم دونوں کی رائے مختلف ہے اس لئے جو فیصلہ استاد العلماء فرمائیں گے وہ ہم دونوں کے لئے قابل قبول ہوگا۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب میرے لئے قابل قدر و احترام ہیں کیونکہ انہیں علم و فضل کے علاوہ ایک ایسی نسبت حاصل ہے جس پر سب کچھ نثار کیا جا سکتا ہے اور وہ نسبت ہے آل رسول (علیہ السلام) ہونے کی۔ یہ تھا وہ جذبہ و عقیدت کہ باوجود اس کے کہ (میری یادداشت کے مطابق) مولانا غلام جیلانی صاحب قدس سرہ حضرت مولانا عبد العلیم صاحب سے عمر میں کچھ کم ہی تھے لیکن سادات کرام سے نسبت کی وجہ سے قابل صد احترام تھے۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب قدس سرہ کو میرے استاذ محترم صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب علیہ الرحمہ سے کمال عقیدت تھی۔ میرے مشاہدہ کے مطابق حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مولانا کے لئے حرف آخر ہوا کرتے تھے لیکن حضرت صدر الافاضل قدس سرہ حضرت مولانا سے اس طرح ملتے تھے جیسے یہ دونوں حضرات ہم پلہ ہوں۔ ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت صدر الافاضل سے دریافت کیا کہ آپ اگر اپنے برابر والوں کے ساتھ یہ رویہ اختیار کرتے تو ٹھیک ہے لیکن چھوٹوں کے ساتھ یہ

انداز اختیار کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی ۔ تو آپ نے فرمایا ہم اگر اپنوں کی قدر نہ کریں اور ان کے ساتھ اچھی طرح پیش نہ آئیں تو کیا غیر ان کی قدر و قیمت سمجھنے آئیں گے ۔ علاوہ ازیں میرے طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ چھوٹے بھی سیکھیں گے ۔ اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ہم جب یہ دیکھتے تھے کہ حضرت صدر الافاضل علماء کا ایسا احترام کرتے ہیں تو ہم بھی ایسے احترام پر مجبور ہوتے تھے ۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ نے تبلیغی سرگرمیوں کے علاوہ تصوف روحانی میدان میں بھی بہت کام کیا ۔ محراب و منبر کے علاوہ مسند رشد و ہدایت پر تبلیغ دین کے فریضہ میں مشغول رہے لیکن ان کے علاوہ بھی ایک فریضہ ملی تھا جس کے سلسلہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں ۔ مولانا نے سیاسی پلیٹ فارم سے ملک و ملت کی جو خدمات انجام دیں وہ ناقابلِ فراموش ہیں ۔ مولانا نے دو قومی نظریہ کے طلسم کو ختم کرنے کے سلسلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں ۔ گو مولانا نے عملی سیاست پر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کو استعمال نہیں کیا لیکن تحریک پاکستان کے سلسلہ میں مولانا نے نمایاں خدمات انجام دیں ۔ دو قومی نظریہ اور تشکیل مسلمانوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ برصغیر ہی میں نہیں بلکہ غیر ممالک میں بھی کیا ۔

مولانا صاحب قدس سرہٗ کو اردو کے علاوہ انگریزی، عربی، فارسی پر عبور حاصل تھا ۔ ایک مرتبہ ملا کے شور بازار کراچی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ آرام باغ میں ان کے اعزاز میں جلسہ ہوا اس میں حضرت مولانا نے برجستہ فارسی میں اس انداز میں تقریر فرمائی تھی جس طرح اہلِ زبان تقریر کرتے ہیں ۔

حضرت مولانا نے تحریک پاکستان میں جو کار ہائے نمایاں انجام دیتے ہیں ان پر دوسرے مضمون نگار حضرات تبصرہ کریں گے ۔ میں خود کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اس موضوع پر قلم اٹھاؤں ۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس منعقدہ بنارس میں حضرت مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ۔ اور تحریک پاکستان کی مکمل اور بھرپور تائید فرمائی ۔

حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی مدظلہ اور احباب رفقاء کار نے اس کانفرنس کے ذریعہ مسلم لیگ کی تائید ہی نہیں کی بلکہ ان نام نہاد مسلمانوں کے بت کو پاش پاش کیا جو اسلامی چوغے پہن کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے تھے ۔ اس کانفرنس میں پشاور سے راس کماری تک کے ہزارہا علماء و مشائخ نے شرکت فرمائی تھی ۔ میں اگر یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ مجھے شاید ہی اب ایسا اجتماع دیکھنا نصیب ہو ۔ میری پیر صاحب مانکی شریف سے اسی اجتماع میں ملاقات ہوئی تھی ۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اس کانفرنس میں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری ، صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی ، محدث کچھوچھوی ، والد محترم مولانا محمد عمر نعیمی ، مولانا عبد الحامد بدایونی قدس سرہٗ کے شانہ بشانہ کانفرنس کے انتظامات اور دوسرے امور میں جو کام کئے وہ تاریخ کا سنہری باب ہیں ۔ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مولانا والد محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی قدس سرہٗ کا بے حد احترام کرتے تھے ۱۹۵۱ء میں جب والد صاحب مراد آباد سے براہ کراچی بغداد مقدس جانے کے لئے تشریف لائے تو انہی دنوں دونوں ملکوں کے تعلقات کچھ زیادہ ہی خراب ہوگئے اور خان لیاقت علی خاں مرحوم نے ہندوستانی حکومت کو مکا دکھایا تھا ایسی حالت میں حضرت مولانا

نے والد محترم کو مراد آباد نہ جانے دیا اور پاسپورٹ لے کر اپنی ذاتی کوشش اور اثر و رسوخ کو استعمال کر کے والد صاحب کو پاکستانی شہریت دلائی۔

مولانا نے والد صاحب سے فرمایا حضرت والا آپ مراد آباد جانے کا ارادہ رکھتے ہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل و کرم فرمایا ہے کہ آپ کو کراچی بھیجا ہے کیونکہ میں عرصہ سے کراچی میں ایک دار العلوم کی بنیاد رکھنے کی کوشش میں تھا، لیکن اب تک مجھے کوئی ذمہ دار شخصیت جو علمی حیثیت کے علاوہ انتظامی قابلیت کا حامل ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا دیانتدار ہو جس پر میں اس طرح اعتماد کر سکوں جیسا کہ اپنی ذات پر مگر نہیں مل سکا تھا آپ کے تشریف لانے سے مجھے اب یہ امید ہو گئی ہے کہ آپ کراچی میں دار العلوم کا نظم و نسق سنبھالیں اور میں باہر رہ کر کام کر سکوں لیکن افسوس یہ ہے کہ حضرت مولانا کا غیر ملکی دورے کا پروگرام بنا اور ہنگامی طور پر مولانا باہر تشریف لے گئے۔ اس غیر ملکی سفر کے علاوہ بھی چند باتیں اور ایسی پیش آئیں جن کی وجہ سے مدرسہ کا معاملہ تعطل میں پڑ گیا۔

مولانا کے کراچی میں قیام کے دوران والد محترم روزانہ ہی صبح کو حضرت مولانا کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور دوپہر تک مولانا کے پاس رہتے تھے۔ مولانا کو والد صاحب کی آمد کی اطلاع ملتی تو نیچے تشریف لا کر استقبال فرماتے اور واپسی کے وقت نیچے چھوڑنے تشریف لاتے۔ والد محترم کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ ایک دن والد صاحب نے مولانا صاحب سے فرمایا مولانا میں کل سے نہیں آؤں گا۔ مولانا نے تعجب سے والد صاحب کی جانب دیکھا اور فرمایا حضرت کیا وجہ ہے مجھ سے کیا کوتاہی ہوئی اور آپ جیسی شخصیت جو کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتی مجھ سے یہ فرماتے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا ناراضگی کوئی نہیں لیکن میں کسی قیمت پر یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ مجھے لینے نیچے تشریف لائیں اور واپسی کے وقت نیچے چھوڑنے کے لئے آئیں۔ مولانا نے فرمایا حضرت میں اپنے جذبۂ عقیدت سے مجبور ہو کر یہ عمل کرتا ہوں لیکن الامر فوق الادب کے مصداق تعمیل ارشاد کرنا ضروری ہے۔ اس دن کے بعد صاحبزادگان میں جو صاحب بھی موجود ہوتے ان کو یہ خدمت تفویض فرماتے کہ مولانا صاحب کے ساتھ نیچے جاؤ اور سواری میں بٹھا کر آؤ۔ یاد ہے کہ حضرت مولانا کا قیام ماسٹر ہاؤس صدر میں پہلی منزل پر تھا جہاں اب مولانا شاہ احمد نورانی قیام فرما ہیں۔

حضرت مولانا عبد العلیم صاحب قدس سرہٗ کی ذات ایسی تھی جن کے متعلق جتنا بھی کہا جائے حقیقت یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوگا۔ موجودہ دور کی زبان میں اگر یہ کہا جائے کہ ہشت پہلو ذات تھی کہ جس زاویہ سے نگاہ ڈالی جائے ہر طرف سے محاسن ہی نظر آئیں گے۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کو ذات پاک نبوی سے جو والہانہ عشق تھا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مراد آباد میں جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے کے موقع پر مولانا عارف اللہ شاہ قادری مرحوم و مغفور بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ و سلام کے موتی نچھاور کر رہے تھے اور مجمع پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی حضرت مولانا عبد العلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسٹیج پر موجود تھے مولانا

آگے بڑھے اور حضرت عارف اللہ شاہ صاحب کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگے۔ جن حضرات نے حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب کو دیکھا ہے اور ان کی تقریر اور ان کی زبانی نعت بھی سنی ہے۔ وہ یہ جانتے ہوں گے کہ حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب مولانا عبدالعلیم صاحب کی ہو بہو نقل تھے۔ اطوار و انداز، تقریر و تحریر غرضیکہ ہر ادا میں حضرت مولانا عبدالعلیم قدس سرہٗ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے مل کر جب صلوٰۃ و سلام پڑھ کر ختم کیا اور اس کے بعد حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دعا فرمائی آج پینتیس سال گزرنے کے بعد بھی اس انداز میں دعا کرتے ہوئے مشکل ہی سے کسی دوسرے کو سنا ہوگا۔ حضرت مولانا کی دعا کا انداز غالباً بہار شباب (مولانا کی مرتب فرمودہ کتاب) کے مطالعہ سے معلوم ہوگا جس میں حضرت مولانا کی ایک دعا کو نقل کیا گیا ہے۔

مجھ جیسا بے بضاعت خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ حضرت مولانا کی شخصیت پر اظہار خیال کر سکے اور حضرت مولانا کی ذات پر روشنی ڈال سکے لیکن حافظ سراج صاحب کے اصرار پر چند باتیں اپنی یادداشت سے لکھی ہیں کہ اس میں تسامح بھی ہو اور میری باتوں سے کچھ حضرات کو اتفاق نہ ہو۔ بہر حال حضرت مولانا کی شخصیت اور مولانا کے ملی اور تبلیغی کارناموں پر تبصرہ کرنا اہل علم کا کام ہے جسے کوئی انجام دیں گے۔ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان اللہ والوں سے اپنی وابستگی کا اظہار مقصود تھا جو میرے لئے ذخیرۂ آخرت ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بزرگوں سے وابستگی کو تمام رکھے اور ان کے فیوض سے اور فیضیاب فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

آپ کے مرشد ہیں عالی مرتبت احمد رضا رح

از انجم سعید خان پیلی بھیتی

عالم علم شریعت حضرت عبد العلیم — عامل قرآن و سنت حضرت عبد العلیم
آپ ہی جیسے بزرگوں کیلئے مخصوص ہے — مسند رشد و ہدایت حضرت عبد العلیم
آپ کو بخشی خدا نے اپنے فضل خاص سے — دولت فہم و فراست حضرت عبد العلیم
آپ اپنے وقت کی شخصیت ممتاز ہیں — صاحب علم و بصیرت حضرت عبد العلیم
آپ کے مرشد ہیں عالی مرتبت احمد رضا — آپ میں ہے انکی سیرت حضرت عبد العلیم
آپ نے اکثر جزیروں میں اجالا کر دیا — کرکے روشن شمع وحدت حضرت عبد العلیم
آپ نے دنیا کو سمجھایا طریق مصطفےٰ — راہبر راہ طریقت حضرت عبد العلیم
آپ کی خدمات دینی نقش اسلام ہیں — آپ ہیں خود فخر ملت حضرت عبد العلیم
ہو ہمیشہ آپ پر اسلاف پر اخلاف پر — بارش انوار رحمت حضرت عبد العلیم
آپ جب یاد آگئے تو دیکھئے معتقد — شاہ نورانی کی صورت حضرت عبد العلیم

نذر کرتا ہے سلامی میں سعید بے نوا
چند گلہائے عقیدت حضرت عبد العلیم

مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ

محمد عبدالعلیم صدیقی کی عظیم دینی

ملی اور رفاھی خدمات کو عقیدت بھرا سلام



اور

ارکین حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان کو مینارہ نور کے اجرا پر

دلی مبارکباد

منجانب: محمد ابراھیم غازی

اسلامی علوم اور تبلیغ دین کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر **دار العلوم قادریہ سبحانیہ** ٹرسٹ وجود میں آیا تھا اور الحمدللہ سرگرم عمل ہے

اس سال دار العلوم میں ایک سو پچاس طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اس میں مقامی طلباء کے علاوہ بیرونی طلباء جن میں بیشتر غریب و یتیم طلباء ہیں قرآن مجید حفظ، ناظرہ، صرف، نحو، درس نظامی، عربی، فارسی، اردو میں پڑھتے ہیں۔

طلباء کی تمام ضروریات مثلاً قیام و طعام، لباس، بستر، کتب اور علاج وغیرہ کا کفیل دار العلوم ہی ہے۔ دار العلوم کے مستقل ذرائع آمدنی نہ ہونے کے باعث دار العلوم کے تعلیمی اور تعمیری مقاصد ہنوز تشنۂ تکمیل ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ کچھ عرصے سے دار العلوم کا تعمیری کام تدریجاً شروع ہے۔ طلباء سے کسی قسم کی کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔

اس لئے برادران اسلام سے **اپیل** کی جاتی ہے کہ بذریعہ مخلصانہ دعا اور خداداد مال سے از قسم زکوٰۃ، صدقات، عطیات، عشر اور چرم قربانی تعاون فرما کر صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل کریں۔ (سنگ بنیاد بدست مبلغ اسلام مولانا شاہ احمد نورانی ۹ نومبر ۱۹۸۰ء)

ناظم اعلیٰ:۔ مفتی عبدالسبحان القادری

مہتمم:۔ مولانا عبدالہادی القادری

دار العلوم قادریہ سبحانیہ ٹرسٹ

شاہ فیصل کالونی نمبر ۵ کراچی نمبر ۲۵ پاکستان

عالمی مبلّغ

راجہ رشید محمود صاحب کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ملک کے نامور، نعت گو شاعر اور سلجھے ہوئے ادیب ہیں۔ انہیں نعت لٹریچر کا روحِ رواں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا ———

راجہ رشید محمود

زندہ قومیں اپنے محسنوں کے نقوشِ پا کو اپنے لئے حرزِ جاں بناتی ہیں۔ ان کے تذکرے سے اپنی زبان و قلم کو جلا بخشتی ہیں۔ ہم بحیثیت مسلمان ایک ملت ہیں اور بحیثیت پاکستانی ایک قوم۔ ہمارے جن بزرگوں نے ہمیں پکا اور سچا مسلمان بنانے کے لئے تگ و دو کی اور پاکستانی ہونے کی سعادت ہمیں جن عمائدین کی شبانہ روز محنت اور مخلصانہ جدوجہد کے باعث نصیب ہوئی، ہمارے لئے لازم ہے کہ ان کی حیات کو اپنے لئے معیار سمجھیں اور ان کے ذکر سے نسلِ نو کے اذہان و قلوب کو بقعۂ نور بنائیں۔

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ جن قوموں نے اپنے قابلِ افتخار پیشروؤں کو فراموش کرنے کی حماقت کی، وہ زیادہ دیر تک صفحۂ ہستی پر باقی نہیں رہیں۔ جن لوگوں نے اپنے رہنماؤں کے پیغام اور ان کی سیرت سے صرفِ نظر کیا وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے۔ ہماری تو بدبختی ہے کہ جن بزرگوں نے دین کو اس کی اصلی شکل میں ہم تک پہنچایا، ہم نے بڑی حد تک ان کے پیغام سے بھی بے توجہی برتی اور ان کی ذات سے بھی محبت و اخلاص کا ثبوت نہ دیا۔ ہم میں سے ایک طبقے نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار ساتھیوں ہی سے سوئے ظن کی کیفیت پیدا کی اور اسلام کے نام کو چھوڑے بغیر اس کی روح کو تج دیا۔ خلیفۂ بلافصل، مرادِ رسولؐ اور صاحبِ حلم و حیا شخصیات کو سب و شتم کرنا، ان کے بارے میں ژاژ خائی اور ہرزہ سرائی کی زبان استعمال کرنا ان کا "دین" ٹھہرا۔ مقصد یہی تھا کہ اگر ان شخصیتوں سے محبت و عقیدت و ارادت کے جذبات برقرار رہے تو دین کی روح کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا اور اسی کو نقصان پہنچانا ہی مطلوب تھا۔

اس سے بھی بڑھ کر کچھ لوگوں نے جو بعد میں ایک طائفے کی شکل اختیار کر گئے، فخرِ موجودات محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے محبت کی بیخ کنی کرنی چاہی۔ حضورؐ سے الفت، ان کی تعظیم اور ان کے اذکار کو شرک و بدعت سے تعبیر کیا۔ اس سے بڑی بدقسمتی

کیا ہو سکتی ہے کہ ممدوحِ کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی تنقیص کی کوشش ہو اور وہ انسان یا گروہ کلمہ گو بھی کہلائے ۔

پھر جن محدثین، مفسرین، علماء، مشائخ نے مختلف پہلوؤں سے دینِ متین کی خدمت کو شعار بنایا۔ ان کے بارے میں بھی اچھے خیالات لوگوں کے دلوں سے محو کر دینے کی مہم چلائی گئی۔ یہ مہم باز" وہی لوگ تھے جو ہمارے آقا و مولیٰ کے علوِ مرتبت سے خائف اور ان کے ذکرِ پاک سے لرزہ براندام تھے۔ جب حضورؐ ہی سے محبت نہ ہو تو ان کے نام لیواؤں سے پیار کیسے ہو سکتا ہے۔ اہلِ اسلام میں سے اہلِ سنت و جماعت نے جہاں محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کو دین کی بنیاد و اساس سمجھا، اس بات کو اپنی زندگیوں پر نافذ کیا۔ وہاں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کی زندگیوں کو اپنے لئے مشعلِ راہ قرار دیا۔ ہر محدث، ہر مفسر، ہر ولیِ کامل، ہر شیخِ طریقت ہر نیک شخص اس ناجی گروہ کے دل کی دھڑکنوں کا محور ہے۔ ممدوح کا منتہا ہے۔

اہلِ سنت وجماعت نے جب محسوس کیا کہ کوئی فرد یا گروہ دین کے خلاف زبان کھولنے کی جسارت کرتا ہے، اس کا مقابلہ کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص یا کچھ اشخاص اکابر اور زعماء کے خلاف فضا پیدا کرنے میں کوشاں ہیں یا نیکی کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ ان اہلِ حق نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ جونہی انہیں معلوم ہوا کہ سیاسی لحاظ سے یا معاشرتی محاذ پر شعائرِ اسلام اور اکابرِ ملت کے خلاف کام ہو رہا ہے انہوں نے قربانیاں دیں، گھر بار لٹایا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر معاندینِ اسلام کو ان کے مقاصدِ مذمومہ و مشئومہ میں کامیاب نہ ہونے دیا۔

انگریز برصغیر پر سیاسی ہیر پھیر سے قابض ہو گیا تو یہاں کے باسیوں نے غلامی کے اس جوئے کو اتار پھینکنے کی جو کوشش کی اس میں زیادہ تر مسلمان تھے۔ ہنود اور دیگر غیر مسلموں نے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں برائے نام حصہ لیا اور جو دیا بھی سارا کیا دھرا مسلمانوں کے نام لگا کر خود مراعات کے حصول میں غرق ہو گئے۔ جنگِ آزادی میں علامہ فضلِ حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ مدراسی، علامہ کفایت علی کافی اور سینکڑوں سنیوں نے قیادت کے فرائض انجام دیئے۔ انگریز کے انتقام کا نشانہ ہوئے لیکن بدقسمتی سے "علم" دوسروں نے سنبھال لیا اور ان سنی اکابر کے بجائے ایسے لوگوں کو جنگِ آزادی کا "ہیرو" بنا کر پیش کرنے کی قبیح حرکت کی جن کا جانثاری اور جانبازی کے اس عظیم مظاہرے سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اسی طرح تحریکِ پاکستان میں اہلسنت وجماعت نے من حیث الجماعت کام کیا۔ قصبے قصبے اور گاؤں گاؤں میں جا کر مشائخ کرام اور علمائے عظام نے پاکستان کے حق میں رائے عامہ ہموار کی اور ان کے اثر و رسوخ کے باعث ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک اسلامی مملکت کے طور پر پاکستان دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا مگر اس جدوجہد کی تاریخ مرتب کرنے والوں نے بھی اکابر اہلسنت کا بائیکاٹ کیا اور ان کا کم سے کم تذکرہ کرنا مناسب جانا۔

احسان فراموشی کی اس مہم میں قوم کو تو الزام دیا ہی جائے گا قوم تو اس حرکت کی سزا بھگتے گی، شاید بھگت بھی رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم اہل سنت وجماعت نے اپنے لائقِ صد افتخار پیشروؤں کے سنہری کارناموں کو ضبطِ تحریر میں نہ لا کر جو جرم کیا ہے اس کی سزا سے کیسے بچیں گے۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ علامہ فضلِ حق جزائر انڈیمان میں کیوں شہید ہو گئے تھے۔ ہم میں سے کتنوں کو علم

کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی سرخی نگاہی شاہ، بولن شاہ نور مصطفےٰ کفایت علی کافی کی شہادت کے سبب تھی۔ اور علامہ عنایت احمد مفتی آزردہ، سید اللہ، عبدالنبی اور ان جیسے ہزاروں سنی علماء و مشائخ کے کارناموں کی اس جنگ میں کیا جزئیات ہیں، پھر کیا ہم یہ بات بھول گئے کہ ترک موالات کی گاندھوی سازش کے آگے بند امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ نے باندھا تھا۔ اور مسلمانوں کے تحصص و تشخص پر زور دیا تھا، کیا ہم جانتے ہیں کہ شاہ عبدالعلیم میرٹھی، مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر صاحب بھرچونڈی شریف، مانکی شریف، گولڑہ شریف، سیال شریف، مولانا عبدالستار خان نیازی اور دوسرے ہزاروں علماء و مشائخ نے تحریک پاکستان میں کارنامے انجام دیئے ہیں۔

حضرت علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی قادری میرٹھی علیہ الرحمہ کی حیات پاک ہی کی طرف نگاہ دوڑائیے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے آقا و مولےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی خدمت کے لئے زندگی وقف کر رکھی تھی۔ ان کی شبانہ روز مخلصانہ کوششوں سے ستر ہزار سے زائد غیر مسلم دائرہ اسلام میں آئے۔ ایشیا، یورپ، افریقہ اور مشرق وسطےٰ کے بیشتر ممالک میں ان کے نقوش پا جگمگا رہے ہیں۔ ان کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتائج سے دنیا کے بیشتر گوشے آج بھی بقعۂ نور بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اسلامی اقدار و روایات کی پاسداری کے لئے اپنی زندگی کے تمام لمحات مختص کر دیئے تھے۔ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس جلیل القدر خلیفہ نے اپنے مقتدا و رہنما کے مقدس مشن کو عالم انسانیت کے دور افتادہ علاقوں تک پہنچا دیا۔

ہم سنیوں میں کتنے ہیں جو اس حقیقت سے نابلد نہیں کہ حضرت شاہ عبدالعلیم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چار سال کی عمر میں قرآن پاک ناظرہ پڑھ لیا تھا۔ صرف نو سال کی عمر میں آپ نے جامع مسجد میرٹھ میں پہلی تقریر کی۔ چالیس سال انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا وغیرہ ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی۔ آپ آل ملایا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے بانی تھے تو انگریزی زبان کے جرائد "دی مسلم ڈائجسٹ" (افریقہ)، "سٹار آف اسلام" (کولمبو)، "دی جینیوین اسلام" (سنگاپور) اور "ملایا مسلم ایونٹ" آپ کی یادگار ہیں۔

انڈونیشیا میں نصرانی پادریوں کے مقابلے کی سعادت بھی علمائے ربانی کی اس نشانی کو نصیب ہوئی۔ کیا ہم میں سے کسی کو یہ یاد ہے کہ ۱۹۲۸-۲۹ء میں قدنا سکر، مارٹینس اور رحیونیا میں حضرت علامہ مرحوم و مغفور نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ قادیانیت کی مضرت رسانیوں سے اور اس کی خفت سے دنیا بھر کو روشناس کرانے والی شاید واحد شخصیت مولانا شاہ احمد نورانی کے والد گرامی قدر حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی کی ہے کیا ہم سنیوں کے تخیل و تصور پر یہ حقیقت مرتسم ہے کہ "ملایا مسلم مشنری سوسائٹی" کی بنیاد کس نے رکھی تھی اور کولمبو میں "غفوریہ عربی سکول" کس نے قائم کیا تھا۔ ؟

ہم میں سے ہر پڑھا لکھا آدمی جارج برنارڈ شا سے واقف ہے لیکن شومیٔ قسمت سے ہمارے ذہن و قلب سے یہ واقعہ محو ہوتا جا رہا ہے کہ اس کے ساتھ اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر گفتگو کر کے شاہ عبدالعلیم نے اسے اسلام کے حق میں بہت سی باتیں تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہم اپنی یادداشت کو کیا کہیں کہ اس میں سنگاپور سے نکلنے والے ماہنامے "دی جینوین اسلام" کی یاد نہیں، چین میں اسلامی

احیاء کے لیے حضرت عبدالعلیم علیہ الرحمۃ کے کام، مختلف ممالک میں مساجد کے قیام اور دیگر کارناموں کا خیال نہیں ہے۔ ہمیں تو کیو کوب اوساکا اور دنیا کے سینکڑوں مشہور شہروں میں موصوف کی آتش بیاں، ایمان افروز تقاریر کا شاید ایک لفظ بھی معلوم نہیں، یا یاد نہیں۔ ہم بھول بیٹھے ہیں کہ "مسلم یونیفائڈ برگیڈ" کا موئس کون تھا "مسلم لیگی بورڈ" کس نے قائم کیا تھا، سیلون میں "حزب اللہ" کس نے بنائی اور ماریشس میں عید میلاد مسلم کانفرنس کا جھنڈا کس نے بلند کیا۔

بیرونی ممالک میں حضرت کی مجاہدانہ مخلصانہ سرگرمیوں سے قطع نظر آپ نے تحریک پاکستان میں کیا کچھ نہیں کیا لیکن ہم میں سے کسی کو یہ حقائق ازبر ہیں۔ ہم میں سے کون ہے جو اپنی آزادی کی تحریک صحیح معنوں میں ترتیب دینے کا حق ادا کرے گا۔ ہم میں سے کسے یاد ہے کہ علامہ عبدالعلیم میرٹھی رحمتہ اللہ علیہ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس کے فعال شریک ہی نہیں تھے۔ قائد اعظم کی ہدایت پر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ انگلینڈ اور مصر میں گئے اور ان مقامات پر بڑے بڑے لیڈروں سے مل کر پاکستان کے قیام کی غرض وغایت بیان کی اور ان کو اپنا ہم خیال بنایا۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد کراچی میں پہلی نماز عید علامہ نے پڑھائی تھی جس میں قائد اعظم اور دیگر قائدین مقتدی تھے۔

عربی، انگریزی اور اردو میں حضرت کی بیسیوں تصانیف میں سے کتنے نام ہم میں سے کس کس کو یاد ہیں۔ کیا ہم میں سے کسی کو معلوم ہے کہ اس شعر کا خالق کون ہے۔

بدل جائے شب بخت سیہ صبح دل آرا سے
اگر جلوہ نما روئے درخشان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو

کیا ہم اولیاء و علماء کے نام لیواؤں کو اس حقیقت کا علم ہے کہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کہاں فوت ہوئے تھے اور کس جگہ دفن ہوئے۔ سنیئے! شاہ عبدالعلیم رحمتہ اللہ علیہ اس ارض مقدس میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، جہاں کا ذرہ ذرہ عاشقان رسالت مآب کے سجدہ ہائے الفت سے مزین ہے اور انہیں دفن کے لئے زمین اپنی ماں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں ملی۔ اللہ کریم ہم مسلمانوں کو ان کے نقوش قدم پر چلانے ہمیں ان کی سیرت سے واقف ہونے کی توفیق بخشے۔ ان کی حیات پاک کے نور افزا لمحات سے دنیا کو مستفیض کرنے کی سعادت سے نوازے اور ہم حضرت شاہ عبدالعلیم اور دوسرے محسنین قوم وملت کی زندگیوں سے اکتساب فیض کریں (آمین)

کاش ہو پیدا کوئی پھر حضرت عبد العلیم

حافظ محمد شکیل اوج

کررہے ہیں تذکرہ ملّت کے اس غمخوار کا
نام ہے عبد العلیم جس قافلہ سالار کا

ہر جگہ جو دیتا رہا جو دعوت فکر و عمل
کررہے ہیں تذکرہ اس کے خلوص و پیار کا

ظلمت انکار کی تردید دنیا بھر میں کی
اور گھر گھر میں اجالا کر دیا اقرار کا

سینکڑوں تاریک دل جس نے منور کر دیئے
دیکھ افریقہ میں جا کر رنگ اُن افکار کا

کچھ تفاوت ہی نہیں اقوال اور اعمال میں
دیکھ قائل ہے زمانہ عظمت رفتار کا

یہ صداقت یہ خطابت دنگ تھے اہل زباں
ایسا سکہ تھا دلوں پر رفعت گفتار کا

اردو جرمن فارسی، انگلش ملایا جاپان
سب زبانوں پر تصرف اس وحشی گفتار کا

دشمنوں کا جمگھٹا، تنہا تھا وہ مرد خدا!
کچھ نہ کر سکتا تھا کوئی ایسے خوش کردار کا

کوئی رد کرنے نہ پایا عظمت اسلام کو
فلسفی برنارڈ شا بھی قائل اپنی ہار کا

جن کے مداحوں میں شامل قائد اعظم بھی ہیں
اللہ اللہ مرتبہ، احمد رضا کے یار کا

مفتی اعظم فلسطین یا مدینہ کا مرید!
والی اردن بھی تھا مخلص میرے سردار کا

دفن جو طیبہ میں ہے بے شک بڑا ہے خوش نصیب
کیا مقدر ہے الٰہی، عشق کے بیمار کا

غوث کے مسند نشیں پر رحمت پروردگار
کر گیا جو حق ادا، اسلام کے اظہار کا

جس کو بھی دیکھو لئے جاتا ہے وہ اپنا نصیب
ایک عالم ہے گدا میرٹھ کی اس سرکار کا

کاش ہو پیدا کوئی پھر حضرت عبد العلیم
تاکہ درماں ہو سکے ہر چشم شعلہ بار کا

لکھ چکا جب منقبت ہاتف پکارا غیب سے
اللہ اللہ یہ سلیقہ اوج کے اشعار کا

ملتِ اسلامیہ کا عظیم محسن

محمد سعید اسد

مفتی محمد امین الدین صاحب کے صاحبزادے جناب محمد سعید احمد اسعد ایک ممتاز خطیب ہیں۔ فاضل درس نظامی ہونے کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے ہیں۔ جامعہ امینیہ میں درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ ادارے کی خواہش پر آپ نے مبلغ اعظمؒ کی حیات مبارکہ پر درج ذیل مضمون تحریر کیا ہے جو ہدیہ قارئین ہے۔ ——— ——— ——— ———

ہر دور میں خداوند قدوس اپنی مخلوق کی رہبری کے لئے کچھ افراد کو مخصوص فرماتا ہے جنکی بدولت اندھیرے دور ہو جاتے ہیں اور بھٹکے ہوئے راہ نجات پالیتے ہیں۔ ان مقدس شخصیتوں میں سے ایک شخصیت مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے تاریخ اسلام کے اوراق پر روشن ستارے کی حیثیت سے چمکتی دمکتی نظر آتی ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۳ اپریل ۱۸۹۲ء کو میرٹھ میں ایک روحانی و علمی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام "الشاہ محمد عبدالحکیم" میرٹھی ہے۔ جنکی بزرگی و للّٰہیت، تقویٰ و اخلاص کا ڈنکا پورے یوپی میں بج رہا تھا۔ آپ لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے محض ایک گوشہ نشین عالم دین ہی نہ تھے بلکہ عوام کی مشکلات و مصائب کو دور کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے۔ ایسی بزرگ شخصیت کے ہاں جب یہ بابرکت بچہ پیدا ہوا تو پورا گھرانہ سجدۂ شکر بجالایا۔

بچپن ہی سے حضرت مبلغ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی سے شرافت و وجاہت کے آثار نمایاں تھے جو کوئی بھی آپ کو ایک نظر دیکھ لیتا یقین کر لیتا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ملت اسلامیہ کا عظیم محسن ہوگا۔ آپ کا بچپن دیگر بچوں سے قطعی مختلف تھا۔ آپ کا طبعی میلان حصول تعلیم اور بزرگان دین کی خدمت کی طرف تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی سے حاصل کی اور صرف سولہ سال کی عمر میں ہی درس نظامی کا نصاب دارالعلوم عربیہ قومیہ میرٹھ سے امتیازی حیثیت سے مکمل کیا۔ آپ کی تعلیمی استعداد پر آپ کے اساتذہ کو کامل اطمینان تھا۔

آپ کو یقین واثق تھا کہ دنیا میں کوئی مبلغ اس وقت تک کے ساتھ تبلیغ نہیں کر سکتا جب تک کہ اسے علوم جدیدہ پر کامل عبور

ہو۔ اس لئے آپ نے علومِ جدیدہ کے حصول کی طرف توجہ مبذول کی اور ۱۹۱۰ء میں ڈویژنل کالج میرٹھ سے آپ نے بڑے اعزاز کے ساتھ بی اے کا امتحان پاس کیا۔ اساتذہ کو آپ پر ناز تھا۔ آپ کی خطابت کا شہرہ تھا۔ کالج کے طلباء کی رہنمائی بھی آپ ہی کے کندھوں پر تھی۔ چنانچہ جب برما مسلم ایجوکیشن کانفرنس کا انعقاد ہوا تو آپ نے ہی اس کی صدارت کے فرائض سرانجام دیئے اور پوری کانفرنس کی جان آپ کا خطبۂ صدارت تھا۔ جس نے پوری دنیا کے حساس اور دردمند مسلمانوں سے خراجِ تحسین وصول کیا۔

چونکہ آپ ایک سچے عاشقِ رسولؐ تھے۔ اس لئے ہر وقت آپ کے سینے میں گنبدِ خضرا کی زیارت کی خواہش مچلتی رہتی تھی ہر وقت لبوں پر ہوتی۔ آخر خداوندِ ہر دو عالم نے ان پاک دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت باسعادت سے ۱۹۱۹ء میں آپ کو مشرف کیا اور آپ کو حج کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

ان کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے (امام احمد رضا)

حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کو مدینہ منورہ اور صاحبِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بے پناہ عشق تھا۔ اس کی ایک جھلک مندرجہ ذیل واقعہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

، ہجویری مسجد جناح کالونی فیصل آباد میں حضرت مبلغ اعظم کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت قائدِ اہلسنت نائب مجددِ الف ثانی، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی دامت برکاتہم العالیہ (خدا ان کا سایہ اہلسنت کے سروں پر تادیر قائم رکھے آمین) نے یوں بیان فرمایا کہ:

حضرت مبلغ اسلامؒ بیمار تھے سیڑھیاں اُترنا چڑھنا تکلیف دہ تھا۔ اسی بیماری میں رمضان کا مقدس مہینہ بھی جلوہ افروز ہو گیا چونکہ کراچی میں ہماری رہائش گاہ اوپری منزل پر واقع ہے اور مسجد تک جانے کا ذریعہ سیڑھیاں، والد ماجدؒ نے اپنی تکلیف کے پیشِ نظر مجھے حکم فرمایا کہ اس مرتبہ نمازِ تراویح میں قرآن مجید مجھے تم یہیں گھر میں ہی سناؤ گے۔ چنانچہ نشست گاہ میں ہی نمازِ تراویح کا انتظام کیا گیا۔ چند پیر بھائی بھی نماز میں شریک ہو جاتے، والد ماجد کبھی بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے نماز سے فراغت کے بعد مسائل بیان فرماتے۔ کوئی پیر بھائی کسی آیت کی تفسیر دریافت کرتا اور کوئی نعت پاک سناتا۔ ایک روز دورانِ گفتگو ایک صاحب کہنے لگے کہ حضور! آج سے کافی سال پہلے دورانِ تقریر آپ سے ایک شعر سنا تھا وہ مجھے بڑا پسند ہے، میں اکثر اسے پڑھتا رہتا ہوں۔ والد ماجد نے فرمایا کونسا شعر؟ ان صاحب نے عرض کیا کہ یہ

مدینے جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے!!

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب میں اس شعر کو ترمیم کے ساتھ اس طرح پڑھا کرتا ہوں۔

مدینے جاؤں پھر نہ آؤں وہیں پہ رہ جاؤں
درِ حبیب پہ قصہ تمام ہو جائے

اور خداوند قدوس نے اپنے اس پیارے بندے کی اس عرض کو قبول کرلیا، مدینہ طیبہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں آرام فرما ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

حج و زیارت سے واپسی کے بعد آپ تبلیغی سرگرمیوں میں مشغول ہوگئے غیر مسلموں کو تبلیغ اور مسلمانوں کے سینوں میں عشقِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرنا آپ کا محبوب مشغلہ اور مقصدِ حیات قرار پایا۔ ان ہی دنوں میں اعلےٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت و روحانیت کا شہرہ عرب و عجم میں پھیلا ہوا تھا اعلیٰحضرت کی زیارت کے لئے مبلغ اسلام بریلی شریف حاضر ہوئے اور پھر اعلےٰ حضرت ہی کے ہوکر رہ گئے۔ بیعت بھی ہوئے خلافت بھی پائی۔ اعلےٰ حضرت کے فیض نے دو آتشہ کا کام کیا۔ بڑے ولولے سے تبلیغی سرگرمیوں کو از سرِ نو شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ اس دور کے سب سے بڑے مبلغ اسلام قرار پائے آپ نے تبلیغ دین کے لئے وعظ و تقریر کے ساتھ ساتھ منظم ادارے قائم فرمائے۔ متعدد رسائل و جرائد کا اجرا فرمایا۔ قادیانیوں اور عیسائیوں کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ نے پوری دنیا کے متعدد طوفانی دورے فرمائے جس کے نتیجہ میں اٹھارہ ہزار سے زائد مرتدین دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے اور بلا مبالغہ لاکھوں انسان آپکی شبانہ روز مساعی سے راہ راست پر آگئے۔ بڑے بڑے لوگ جن میں کئی ممالک کے ارباب اقتدار، وزراء، سفراء شامل ہیں۔ آپ کا چہرہ دیکھ کر آپ کے مرید ہو گئے جن میں شمالی نائیجیریا کے وزیر اعظم احمد بیلو، بورنیو کی شہزادی، ماریشس کے فرانسیسی گورنر مسٹر ڈارلنگ خاتون وزیر اور سیلون کے وزیر الیف گنگن بری کے نام نمایاں ہیں۔

تحریک پاکستان میں آپ کی مساعی ناقابلِ فراموش ہیں پورے برصغیر میں مسلم لیگ کا پیغام آپ نے گھر گھر پہنچایا۔ ہر جگہ اور ہر سطح پر ہندوؤں، انگریزوں اور کانگریسی علماء کو ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سنی کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بہت سرگرم حصہ لیا جس کے نتیجہ میں حصولِ پاکستان کی منزل مزید قریب آگئی

۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ کے سفیر کی حیثیت سے آپ نے پوری دنیا کا کامیاب دورہ فرمایا اور ہر جگہ مسلمانانِ ہند کا موقف پوری ذمہ داری سے واضح کیا جس کی وجہ سے اقوام عالم کی ہمدردیاں بھی مسلم لیگ کو حاصل ہوگئیں۔

قائد اعظم محمد علی جناح حامی مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے زبردست مداح تھے۔ انہوں نے قیام پاکستان کے فوراً بعد پہلی عید الفطر کی امامت کے لئے مدینہ شریف سے آپ کو بطور خاص بلایا کیونکہ اس وقت آپ غیر ممالک کا دورہ فرما رہے تھے۔

اس وقت آپ کے مشن مال کو آپ کے قابل فخر فرزند حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نہایت کامیابی سے آگے بڑھا رہے تھے۔ اندرونِ ملک و بیرونِ وطن آپ کو انتہائی عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے علامہ نورانی کو بیرونِ ملک سفیرِ اسلام اور اندرونِ ملک قائدِ اہلسنت، حق و صداقت کی نشانی، نائب مجدد الف ثانی کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو کہ حضرت مبلغ اسلام رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرزند کو لاکھوں لوگ اپنا روحانی پیشوا سمجھتے ہیں۔

تیری تربت پہ کرتے ہیں فرشتے نور افشانی



(مبلغ اعظم حضرت علامہ مولانا محمد عبدالعلیم صدیقیؒ)

از ڈاکٹر مقبول قریشی صدر اویس اکیڈمی

تیرے افکار قرآنی تیرے اذکار روحانی
تیری سیرت ہے جیلانی، تیری صورت ہے نورانی

علیمؒ باصفا ہے عاشق محبوب یزدانی
خدائے دین ربانی، نقیب غوثؓ جیلانی

مجھے کیا ڈر اندھیرے کا اجالا میرا رہبر ہے
کسی کے نقش پا سے نور ہے راہ نورانی

تجھے رب محمدؐ نے کی تقرب محمدؐ میں
تیری تربت پہ کرتے ہیں فرشتے نور افشانی

سما جائے علیمؒ قادری کا برکات کے صدقے
میرے قلب و نظر میں گنبد خضرا کی تابانی

رموز بحر سے واقف ہے میرا ناخدا، کیا غم
ہے موجوں میں ہلچل یا ہے دریا میں طغیانی

تیری تبلیغ سے کافر مسلماں بن گئے لاکھوں
تیری تقریر سے پیدا ہوا جوش ایمانی

ملی ہے نامۂ اعمال کی شائستہ سزا ہم کو
ہوئی ہے خون مسلم کی جہاں میں آج ارزانی

خطابت شعلہ و شبنم، فراست آئینہ رحمت
نگاہیں لطف سبحانی، ادائیں جان جانانی

یہ در مقبول جاتا ہے، در صدیق اکبرؓ تک
اسی در پر ملے گی عشق احمدؐ کی فراوانی

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

حافظ محمد شکیل اوج بی اے کے طالب علم اور ابھرتے ہوئے قلمکار ہیں۔ ان کا مضمون نذر قارئین ہے۔

حافظ محمد شکیل اوج

نام۔ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم بن مولانا شاہ محمد عبدالحکیم جوشؔ تخلص علیمؔ۔ القابات وخطابات۔ سیاحِ عالم، سفیرِ اسلام، مبلغ اعظم، سفیرِ پاکستان، الطبیب الہندی اور ہز اکزلٹ ہِذ امی نینس (HIS EXALTED EMINENCE) آپ مذہباً حنفی، مکتباً بریلوی، نسباً صدیقی، مشرباً قادری اور مولداً میرٹھی تھے۔ نیز صورۃً وسیرۃً ہر دو میں نہایت حسین وجمیل اور وجیہ وشکیل تھے۔ آپ بیک وقت عالم وفاضل، صوفیٔ کامل، مقرر وخطیب، مصنف و ادیب، حکیم وطبیب، کئی زبانوں کے ماہر، بے مثل مناظر، نعت گو شاعر، بلند پایہ مفکر، عظیم سیاستدان اور رہنمائے تحریکِ پاکستان تھے لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک عظیم مبلغِ اسلام تھے۔ آپ چھوٹی سی عمر میں ہی قراءتِ قرآن کی دولت سے متمول ہو گئے تھے۔ اس دولت بے پایاں کو آپ نے اپنے ابا جان سے حاصل کیا تھا۔ آپ کے ابا جان نے آپ کو عربی، فارسی اور اردو کے زیورِ علوم سے بھی آراستہ کیا تھا لیکن افسوس کہ جب آپ بارہ برس کے ہوئے تو اپنے ابا جان سے مزید تعلیمی دولت حاصل نہ کر سکے کیونکہ ان کا انتقال ہو چکا تھا۔ والد سے محرومی کے بعد آپ کی تعلیم وتربیت کا عظیم تر بوجھ آپ کی والدہ کے سر آن پڑا۔ جسے انہوں نے نہ صرف ہمت وجرأت اور حسن وخوبی سے اٹھایا بلکہ بہ تمام وکمال منزلِ مراد تک پہنچایا۔ عبدالعلیم صدیقی کی کتابِ حیات کا ایک ایک ورق آج بھی اس امر کی شہادت دے رہا ہے۔ کاش عبدالحکیم صاحب آج اس عالمِ رنگ وبو میں اپنے پیارے بیٹے عبدالعلیم کی عظمت ورفعت دیکھ پاتے۔

سولہ سال کی عمر میں آپ میرٹھ کی مشہور اسلامی یونیورسٹی سے درسِ نظامی میں فارغ التحصیل ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے درسِ نظامی میں اول پوزیشن حاصل کی تھی (بحوالہ اکابر تحریک پاکستان از محمد صادق قصوری) بہرکیف قطع نظر اس روایت کے بھی

امر اپنی جگہ انتہائی اہمیت اور وقعت کا حامل ہے کہ آپ عنفوانِ شباب میں ہی ایک معتبر عالم دین بن چکے تھے۔ دینی علوم کے بعد آپ کو دنیوی علوم کے حصول کا ذوق پیدا ہوا چنانچہ میٹرک کی تعلیم اُردو مڈل اسکول میرٹھ سے حاصل کی وبعدہٗ ڈویژنل کالج میرٹھ سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ گریجویشن کے وقت آپ کی عمر سنہ عیسوی کے مطابق پچیس سال تھی۔ گریجویشن کے بعد علمِ طب کے حصول کے لئے آپ نے میرٹھ ہی کے ایک نامور طبیب، حکیم احتشام الدین کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ساتھ ہی قانون کے معرکتہ الآرا کتب کا بھی بڑی گہری نظر سے مطالعہ کرتے رہے۔ نیز یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ اسکول اور کالج کی تعطیلات کے زمانے میں آپ اکثر میرٹھ سے بریلی شریف آجایا کرتے اور وہاں دنیائے اسلام کے سب سے عظیم عالم اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے روبرو زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ آپ مولانا موصوف کے بے پناہ علم وفضل سے نہ صرف متاثر بلکہ جذبے مداح اور عقیدت مند بھی تھے۔ آپ نے اپنی الفت وعقیدت کا اظہار اپنی ایک منقبت میں بھی کیا ہے جس کا مطلع اور مقطع پیشِ خدمت ہے۔

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو
علیم خستہ اک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

۱۹۱۹ء میں جبکہ آپ صرف ستائیس سال کے تھے تو اپنے مخدوم وممدوح اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی خلافت سے متعزز ہوئے۔ جو یقیناً آپ کی حیاتِ پاک کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

آپ کی تعلیم وتربیت میں جن معلمین کا حصہ ہے ان کی تفصیل نہیں مل سکی۔ صرف آٹھ کے اسمائے گرامی پیشِ خدمت ہیں۔

اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، مولانا عبدالحکیم صدیقی جوش، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، پیر سید علی حسین شاہ محدث کچھوچھوی، حکیم احتشام الدین میرٹھی، شیخ احمد شمس مغربی (مدینہ منورہ) شیخ السنوسی (لیبیا)

آپ نے سب سے پہلی تقریر نو برس کی عمر میں کی۔ دورِ طالب علمی میں ہی آپ "ڈبیٹر" کی حیثیت سے اس قدر مشہور ہو چکے تھے کہ گلشنِ خطابت کے گلاب اور آسمانِ تقریر کے ماہتاب سمجھے جاتے تھے۔ اتنے خوش آواز اور حسن انداز تھے کہ جو بھی سنتا دوبارہ سننے کی آرزو رکھتا۔ سامعین کے ذہن ودل کو مسخر کر لینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ جب بھی اسٹیج پر آتے تو الفاظ آواز اور طرز وانداز کے ایسے ساغر لنڈھاتے کہ سننے والے مدہوش ہو ہو جاتے۔ دراصل آپ کی تبلیغی کاوشوں میں کامیابی کا سہرا بھی آپ کی اسی خوبی کے سر جاتا ہے۔ اس صلاحیت اور خوبی میں عموماً کسب کا کم اور وہب کا زیادہ دخل ہوتا ہے بہرحال ؎ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

زباں دانی میں آپ کو خداداد ملکہ حاصل تھا۔ دنیا کی کئی زبانیں اس حسنِ تلفظ اور برجستگی سے بولتے تھے کہ اہلِ زباں بھی داد دیئے بغیر نہ رہتے۔ یہ آپ کا وہ وصفِ خاص ہے کہ جس نے آپ کو اس دور کے تمام بڑے بڑوں اور اچھے اچھوں سے ممتاز کر دیا ہے۔ ان زبانوں میں آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ عربی، فارسی

انگلش، اردو، جرمن، جاپانی، چائنا، فرنچ، ملایا اور سواحلی۔

تعلیم و تربیت کے مختلف مراحل طے کرتے ہوئے جب آپ اسلام کی تبلیغ و سفارت کی منزل میں داخل ہوئے تو اولاً اعلےٰ حضرت فاضل بریلوی کی حضوری میں تشریف لے گئے۔ اعلےٰ حضرت نے اپنے لائق شاگرد اور محبوب خلیفہ کو انتہائی چاہتوں اور دعاؤں کے بعد اذنِ تبلیغ مرحمت فرمایا۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کی دعاؤں کے سائے تلے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ فرمایا۔ جن جگہوں کے نام مل سکے وہ یہ ہیں۔ انڈونیشیا، برما، سیلون، ملائیشیا، تھائی لینڈ، انڈو چائنا، موریشس، جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ، نوآبادیات، سعودیہ عربیہ، عراق، اردن، فلسطین، مصر، سائبیریا، بلجیم، کانگو، فرانس، جرمنی، اٹلی، لبنان، نیز ترکی، امریکہ، جنوبی امریکہ، ویت نام، تنزانیہ، ایسٹ انڈیز، ویسٹ انڈیز، رومانیہ، پرتگیز، برطانیہ، گیانا، ٹرینیڈاڈ، کینیڈا، فلپائن، سنگاپور، شام، گنیا، کینیا، نیوزی لینڈ اور افغانستان۔ مندرجہ بالا تمام جگہوں میں آپ عمر بھر تبلیغ کرتے رہے اور یہ بات یقین کی حد تک تسلیم کی جاتی ہے کہ آپ کے دستِ اقدس پر اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرنے والوں کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ ہے۔ آپ اسلام کے سب سے بڑے مبلغ اور سفیر تھے۔ آپ کے بعد ایسا مبلغ اور سفیر آج تک ظاہر نہیں ہو سکا جو تبلیغ و سفارت کی اس ارفع مسند پر بیٹھ سکے۔ جہاں آپ رونق افروز تھے۔ آپ کی مسندِ عظیم ہنوز خالی ہے اور نہ جانے کب تک خالی رہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۱۷ اپریل ۱۹۳۵ء کی وہ تاریخی صبح کبھی فراموش نہیں کی جا سکتی کہ جب آپ کی ملاقات مشہور ڈرامہ نگار اور فلسفی جارج برنارڈ شا سے ہوئی تھی اور آپ کے روبرو، دنیائے عیسائیت کے اس عظیم عالم پر کسی طفلِ مکتب کا گمان ہو رہا تھا۔ لاریب! چودھویں صدی ہجری کے بڑے بڑے مبلغوں اور سفیروں میں آپ ایسے نظر آتے ہیں جیسے تاروں کے جھرمٹ میں چاند۔

آپ نے مختلف ممالک میں مختلف قسم کے ادارے قائم کئے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

عربی یونیورسٹی (ملایا) الجمعیۃ المحمدیۃ (انڈونیشیا) انٹر ریلیجس آرگنائزیشن (سنگاپور) تنظیم بین المکتب الاسلامی جامع مسجد حنفی کولمبو، جامع مسجد سلطان (سنگاپور)

آل انڈیا سنی کانفرنس جو ۱۹۴۶ء کو بنارس میں منعقد ہوئی تھی آپ نے اس کانفرنس کو جہاں اپنی تشریف آوری سے عزت بخشی وہیں اسے اپنی تقریر سے بھی زینت بخشی۔ واضح رہے کہ یہ تاریخی کانفرنس تحریک پاکستان کو وجود پاکستان سے ہم آہنگ کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی۔ آپ نے نظریہ پاکستان کے منکروں سے جہاں درونِ ملک کامیاب مناظرے کئے وہیں بیرونِ ملک بھی لاجواب مذاکرے کئے۔ اپنے حسنِ تکلم اور زورِ تخاطب سے کانگریسی لیڈروں کے غلط نظریات کا بھرپور رد کیا۔ آپ کی انہی خدماتِ حسنہ کے پیشِ نظر قائدِ اعظم نے آپ کو سفیرِ پاکستان کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے تحریک خلافت میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ مولانا محمد علی جوہر کے بہت اچھے دوست تھے۔ آپ نے تحریکِ شدھی کے خلاف بھی زبردست لسانی جہاد کیا۔ حجاج کرام پر سعودی

سلطنت کی طرف سے عائد کردہ مختلف ٹیکسوں کے خاتمے کے لئے ۱۹۳۶ء میں آپ کا عبدالعزیز بن سعود سے نہایت کامیاب مذاکرہ ہوا۔ اس مذاکرہ کی تفصیل البیان کے نام سے عربی زبان میں شائع ہو چکی ہے جس کا ابتدائیہ اخوان المسلمین کے بانی و سربراہ حسن البنا نے تحریر کیا ہے۔

"قائد اعظم محمد علی جناح آپ کی ہمہ صفت شخصیت سے بےحد متاثر تھے۔ پاکستان بن جانے کے بعد کراچی میں سب سے پہلی نماز عید قائد اعظم و دیگر زعمائے ملت نے آپ ہی کے ہمراہ ادا کی تھی۔ آپ نے علمائے اسلام کے تعاون سے پاکستان کا اسلامی دستور بھی مدون کیا تھا اور قائد اعظم سے اس کے نفاذ کے بارے میں گفت و شنید بھی کی تھی مگر افسوس کہ اسمبلی کے قیام سے قبل ہی بانی پاکستان رحلت فرما گئے اور یوں دستور اسلامی زیورِ تنفیذ سے آراستہ نہ ہو سکا ۔

قسمت کی بدنصیبی کہ ٹوٹی طمع کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا !!!

عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت بذریعہ لسان ہی نہیں بذریعہ قلم بھی کی ہے۔ جس بلا کے بولنے والے تھے اسی بلا کے لکھنے والے بھی۔ آپ کے تحریر کردہ تمام کتب و رسائل اس سچائی کے گواہ ہیں ۔

۱۱۔ المرآۃ القادیانیہ (عربی) ۱۲۔ ذکر حبیب حصہ اول و دوم (اردو) ۱۳۔ بہار شباب (اردو) ۱۴۔ احکام رمضان (اردو)

(1) MY DIALOGUE WITH BERNARD SHAW (2) SPIRITUAL CULTURE IN ISLAM (3) MUSLIM ZOME IN SCIENTIFIC DISCOVERIES (4) CULTIVATION OF SCIENCE BY THE MUSLIMS (5) HISTORY OF THE CODIFICATION OF ISLAMIC LAW (6) BUEST FOR TRUE HEPPINESS-

علاوہ آپ نے درج ذیل انگریزی ماہنامے بھی جاری کئے۔

انگریزی رسالے

(1) MUSLIM DIGEST (AFRICA)
(2) STAR OF ISLAM (CALOMPO)
(3) REAL ISLAM (SINGAPUR)
(4) THE GENUINE ISLAM (SINGAPUR)

آپ کی بلند و بالا شخصیت سے متاثر ہونے والے چند مشاہیر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

۱: قائد اعظم محمد علی جناح (بانی پاکستان) ۲: سید امین الحسینی (مفتی اعظم فلسطین) ۳: حسن البنا (بانی اخوان المسلمین) ۴: ایم مرزائی (رجسٹس آف سیلون) ۵: ایم۔ٹی۔ اکبر (جسٹس سپریم کورٹ آف کولمبو) ۶: مولانا محمد علی جوہر ۷: عبدالعزیز بن سعود (بادشاہ سعودی عرب) ۸: سید عبداللہ شاہ (بادشاہ اردن) ۹: جارج برنارڈ شا ۔

مبلغ اعظم رحؒ کے ایک اہم خطبے کا اقتباس

آج یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ علماء اقتدار کے طلب گار ہیں۔ اور عہدوں کے امیدوار ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں نہ صرف آپ حضرات بلکہ تمام روئے زمین کے علماء ربانیین کی طرف سے نیابتہً پوری قوت سے دنیا کو یہ پیغام پہنچا دوں کہ طبقۂ علماء اپنی ذات کے لئے دنیا میں کسی اقتدار کا متمنی تھا نہ ہے اور نہ خدا کرے کہ ہو۔ وہ صرف دین کے اقتدار کا طلب گار ہے وہ صرف کتاب اللہ اور سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار کا خواستگار ہے۔ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اگر کفارِ مکہ کے سامنے بابگ دہل فرمایا کہ مجھے نہ تمہاری دکانداری دولت چاہئیے نہ عورت نہ امارت چاہئیے، نہ مملکت۔ میں تو صرف اس کا امیدوار ہوں کہ تم ہدایت پا جاؤ اور جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ مصر، شام عراق، پاکستان، انڈونیشیا سب جگہ کے مسلمان سن لیں، علماء نہیں چاہتے کہ زمامِ مملکت اپنے ہاتھ میں لیں، ہاں یہ چاہتے ہیں کہ آئینِ حکومت اسلامی ہو۔ نافذین احکام خدا ترس عالم بالکتاب والسنۃ ہوں۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے قوانین کی حکومت ہو اور اس کے چلانے والے دیندار اور تقویٰ شعار ہوں۔ خواہ وہ مرحوم مسلم یونیورسٹی کے سند یافتہ ہوں یا مرحوم عثمانیہ یونیورسٹی کی یادگار۔ وہ کیمبرج کے گریجویٹ یا آکسفورڈ کے ڈاکٹر ہوں شرط یہ ہے کہ وزیر ہوں یا اہلِ تدبیر، ارکانِ اسمبلی و کونسل ہوں افسر ہوں یا چپراسی جو ہوں دیندار ہوں نہ کہ فاسق و فاجر۔ ظالم و راشی یا عیاش و شرابی۔

علماء یہ بتانے کے لئے تیار ہیں کہ اسلامی قانون کیا ہے۔ اس پر چلنے اور چلانے کا ہر مسلمان ذمہ دار ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ علماء میں اختلاف ہے وہ باہم برسرِ پیکار ہیں۔ کسی ایک نقطہ پر ان کا اتفاق دشوار ہے لہٰذا ان کو امورِ مملکت میں مشیر کار کیونکر بنایا جائے۔

میں کہتا ہوں اور اپنی علمی و دینی ذمہ داریوں کا پورا احساس رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ:

۱: کیا بیرسٹروں اور وکلاء میں انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کی تعبیر میں اختلافات نہیں ہوئے؟

۲: کیا ڈاکٹروں میں تشخیص مرض و تجویز دوا میں اختلافات نہیں ہوئے؟

۳: کیا سیاستین میں احزاب مختلفہ (مختلف پارٹیاں) نہیں ہوتے؟ کیا ارکان پارلیمنٹ میں کبھی تعبیرات و آراء قانون میں اختلاف نہیں ہوتا؟ اور کیا ان اختلافِ تعبیرات کے سبب بیرسٹروں کو معطل اور قانون کو بے کار اور کیا پارلیمنٹ و اسمبلیوں کو موقوف کر دیا گیا ہے؟ کیا ایلوپیتھک و یونانی معالجے سے ہاتھ اٹھا لیا گیا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اختلافِ علماء کا عذر درمیان میں لانا اہلِ عقل کے نزدیک کوئی عذر قابل کہا جا سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں اور پوری قوت سے کہتا ہوں کہ علماء میں کیسے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں، علماء آپس میں کتنا ہی کیوں نہ لڑتے جھگڑتے ہوں مگر لادینیت لامذہبیت اور غیر ما انزل اللہ قوانین اور مغرب پرستی کے مقابلے اور

قوانین الٰہی کے اجراء کے لئے سب بلا اختلاف ایک محاذ پر صف بستہ ہیں۔ اور ان میں سے ضعیف سے ضعیف فرد بھی اس بات میں پوری قوت کے ساتھ سعی اور قربانی کے لئے آمادہ ہے۔

اے دستگیران امت مسلمہ (علماء) اگرچہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے جسے میں نے پیش کیا لیکن دنیا اس کے مظاہر کی متمنی ہے اور تعینؔ ضرورت وقت کا بھی تقاضہ ہے کہ متفق علیہ مسائل اصول و اساس میں جس طرح مختلف تجارت گاہوں کے ذمہ دار ایک تجارتی محاذ قائم کرتے ہیں یا جملہ دول عالم نام نہاد ہی سہی امن کے نام پر اپنی "اقوام متحدہ" کو ترتیب دیتے ہیں، ہر مکتبہ خیال کے پیش رو اپنا بھی ایک ایسا نظام ترتیب دیں ورنہ سیلاب لادینیت و مغربیت کہاں سے کہاں دنیا کو بہا کر لے جائیگا۔



مبلغ اعظم سنگھا نامیں مریدین کے ہمراہ تصویر ۱۹۵۱ء



افریقہ میں مبلغ اعظم جلوس عید میلاد النبی کی قیادت کررہے ہیں

نعتِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

یہ نعت شریف مبلغ اعظم رحمتہ کی تحریر کردہ ہے۔ اور یہ مبلغ اعظم رحمتہ کی ذاتی ڈائری سے لی گئی ہے (بشکریہ) سرپرست اعلیٰ حلقہ قادریہ علیمیہ پاکستان حضرت علامہ شاہ احمد نورانی۔

[illegible]
[illegible]

[illegible] ، غضب ہے آنکھوں ہی آنکھوں میں [illegible] دل

[illegible]   [illegible] دل
کسی کی [illegible] دنیا   [illegible] چھپا لیا دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] آیا دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل
[illegible]   [illegible] دل

علیم کو تھی الفت سے آشنائی [illegible]
تو پھر یہ کیسے [illegible] کہاں گنوا دیا دل

معذرت اور شکریہ

ادارہ حضرت مفتی خلیل خان برکاتی مولانا محمد حسن قادری، سید ریاست علی قادری اور محمد احمد صدیقی صاحب سے دلی معذرت خواہ ہے کہ صفحات کی کمی کے پیش نظر ان حضرات کے مضامین شائع کرنے سے قاصر رہے۔ اور ساتھ ہی خلیل احمد رانا صاحب کا ادارہ نہایت مشکور ہے کہ آپ نے بروقت مواد فراہم کیا۔

دُعا التجا

اے بے چینوں کی فریاد سننے والے مولا! اے بے کسوں کی پکار کا جواب دینے والے آقا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان داتا! تیرے گنہگار بندے اور بندیاں سخت بے تابی و بے چینی کے ساتھ تلملا کر تجھے پکارتے اور فریاد کرتے ہیں۔ ہماری بپتا سن لے۔

ہم اقرار کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ تو یکتا و بے ہمتا معبود ہے۔ حضرت سرکار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے محبوب بندے اور آخری نبی ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو نے تو ہمیں انسان بنایا، عزت و خلافت کا خلعت پہنایا، ہمیں دولت دی، سلطنت بخشی، زمین میں وراثت عطا کی مگر آہ، آہ، آہ۔ ہم نے تیری نعمتوں کی قدر نہ جانی، تو نے ہمیں سنوارا، ہم نے اپنی صورتوں کو بگاڑا، تیری راہ کو چھوڑا، تیرے حکموں سے منہ موڑا، تجھ سے اپنا رشتہ توڑا، نفس و شیطان کے جال میں پھنسے گناہ کئے اور وہ بھی ایسے سخت کہ جانور بھی ان سے پناہ مانگیں، نافرمانیاں کیں اور ایسی شدید کہ ان سے پتھر بھی لرز جائیں۔

اے مولیٰ! اقراری مجرم، روسیاہ، گنہگار، بدکار، عصیاں شعار، شرمسار، تیری رحمت و مغفرت کے امیدوار، آنکھوں میں آنسو بہاتے، بےقراری سے تلملاتے، تیرے عذاب سے ڈرتے، تیری ناراضی سے گھبراتے، ہاتھ پھیلائے، شرم سے سر جھکائے گڑگڑاتے تیری دربار میں حاضر ہیں۔ اگر تو عذاب دے، ہم اس کے سزاوار، بخش دے تو عزیز و غفار، تو نے فرمایا تو نے یقین دلایا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلٰى غَضَبِي اور لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ اس لئے رحمت کے طلب گار ہیں، عفو کے امیدوار ہیں۔

ہمارے پاس کوئی نیک عمل نہیں جسے وسیلہ بنائیں، کوئی طاعت و عبادت نہیں جس کا آسرا لگائیں۔ مگر ہاں، تیرے محبوب، کملی والے تاجدار، سید ابرار، احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن رحمت ہاتھ میں ہے، ان کے نام لیوا کہلاتے ہیں جنہوں نے ہمارے لئے ساری ساری رات آنسو بہائے اور ہماری مغفرت کے لئے دعائیں فرمائیں۔

تیرے جاہ و جلال، تیرے فضل و کمال، تیرے جود و عطا اور تیرے محبوب سرکار محمد مصطفےٰ روحی لہ الفداء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات

والاصفات کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اپنی عزت، ان کی رحمت کے صدقہ۔ صدیق و فاروق و عثمان و علی و فاطمہ زہرا و حسن و حسین شہید کربلا کا واسطہ، اہل بیت اطہار، اصحاب کبار، و شہدائے بدر و حنین و اُحد کا طفیل، غوث الاعظم و سلطان الہند و اولیائے امت کا تصدق، اپنے جملہ محبوبین و مقبول و مقربین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے صدقہ میں ہمارے گناہ معاف فرمادے۔ ہماری بگڑی بنادے۔ ہمیں اپنی محبت کا جام پلادے۔ ہمیں اپنا متوالا بنادے۔ ہماری ڈوبتی کشتی تیرا دے، ہمارے بیڑے کو پار لگادے، ہم منجدھار میں پھنسے ہیں، نہ عزت رہی نہ دولت نہ حشمت رہی نہ سطوت، نہ حکومت رہی نہ طاقت، خلافت اسلامیہ مٹ چکی، قبلہ اول بیت المقدس پر یہودی چھائے ہوئے ہیں، قبلہ مسلمین و حرمین محترمین پر دشمن دانت جمائے ہوئے ہیں، عراق، شام، مصر و مراکش افریقہ وطلایا ہر طرف دشمن ہی دشمن آڑے آئے ہوئے ہیں، وہ ہندوستان جہاں تیرے خاص بندوں نے علم توحید بلند کیا۔ سات سو برس تک حکومت کی اور تیرے دین کا بول بالا رکھا، ہم نااہل تیری اس امانت کو نہ سنبھال سکے، وہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا اور آخر ہم محکوم بن کر رہ گئے، ہمارے خون بہائے گئے، ہماری خواتین کی عفت و عصمت تباہ کی گئی، مسجدیں شہید ہوئیں، خانقاہیں اجاڑی گئیں، اولیاء، صالحین کی قبریں تک کھودی گئیں، ہمارے گھروں میں آگ لگائی گئی، گھر سے بے گھر کیا گیا، ہمارے جوان مرد ہلاک کئے گئے، بوڑھے قتل ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، یتیم بلبلاتے رہے۔

اے غیرت والے مولیٰ! ہم لٹ گئے، مٹ گئے، صرف اس لئے کہ تیرے کہلاتے تھے، تیرا نام لیتے اور مسلمان کہے جاتے تھے۔

اے عظمت والے! اے عزت والے!

اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے! سن لے! ہم بے کسوں بے بسوں کی سن لے! ہم سیہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے۔ علم توحید کو سرنگوں نہ ہونے دے۔ ہمیں قوت دے، طاقت دے، عزت دے، غیرت دے۔ برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خود مختار **پاکستانی حکومت** تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے اس کی حفاظت فرما۔ اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنی میں اسلامی دولت، اسلامی سلطنت اور الٰہی مملکت بنا۔ جہاں تیرا قانون، تیرے احکام جاری ہوں، تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالآباد تک بول بالا رہے۔

مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ!

ہماری دعائیں قبول کر، ہمارے بیماروں کو تندرستی دے، مصیبت زدہ کی مصیبت دور کر، ہمیں فقر و فاقہ سے بچا، حقیقی غنا عطا فرما، اپنا بنا اور اپنی راہ پر چلا، اور اپنے بندہ **مُحَمَّد عَبْدُ الْعَلِیْم صِدِّیقی** سے وہ خدمتیں لے جن سے تو راضی ہو، اسے اپنی رضامندی اور محبوبیت کا خلعت پہنا۔

(ذکر حبیب ص ۲۳۴ مطبوعہ نوری بکڈپو لاہور)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِكَ وَنُوْرِ عَرْشِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

اٰمِيْن اٰمِيْن اٰمِيْن



قائد اعظم قیام پاکستان کے بعد پہلی نماز عید کیلئے تشریف لا رہے ہیں جبکہ مبلغ اعظم ؒ اس موقع پر تاریخی خطبہ دے رہے ہیں دائرہ میں قائد اعظم ہیں۔



مبلغ اعظم کی دو یادگار تصاویر





عید گاہ کراچی میں منبر پر مبلغ اعظم ؒ نماز عید کے موقع پر

جاں نثارِ اعلیٰ حضرت
حضرت عبد العلیمؒ

صوفی رہبر چشتی کشمیری

آئینہ دارِ شریعت حضرت عبد العلیمؒ
زینتِ بزمِ طریقت حضرت عبد العلیمؒ

دینِ فطرت کے مبلغ، نکتہ دانِ اسلام کے
آپ ہی ہیں در حقیقت حضرت عبد العلیمؒ

علم کی دولت ملی ایسی کہ مستغنی ہوئے
بفضلِ ربی کی بدولت حضرت عبد العلیمؒ

کون ایسا ہے کہ جو شیدا نہیں ہے آپ کا
اے سراپا خلق و رافت حضرت عبد العلیمؒ

آپ نے صحرائے افریقہ میں دی جا کر اذاں
اللہ اللہ ایسی قسمت حضرت عبد العلیمؒ

سرزمینِ ہند، پاکستان، افریقہ میں ہے
آپ کی لاریب شہرت حضرت عبد العلیمؒ

آپ کے سرکارنامے کو، ہر اک اقدام کو
تک رہی ہے چشمِ حیرت حضرت عبد العلیمؒ

بن کے رہبر منزلِ مقصود پا کر ہی ہے
جاں نثارِ اعلیٰ حضرت حضرت عبد العلیمؒ

نذرانۂ عقیدت

دلاور فگار

آپ کا دل سے جو فدائی ہے
اس کی اللہ تک رسائی ہے

شاہ عبد العلیم صدیقی
آپ نے تیرگی مٹائی ہے

کیا ٹھکانہ ہے اس کی عظمت کا
جس کو حاصل تیری گدائی ہے

اتقا آپ سے عبارت ہے
آپ پر ختم پارسائی ہے

ناخدائی کو آ گئے ہیں آپ
جب مری ناؤ ڈگمگائی ہے

علم نے روشنی یا شاہ علیم
آپ ہی کی نظر سے پائی ہے

حل ہوئیں مشکلیں فگار مری
آپ سے جب بھی لو لگائی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریکِ پاکستان کے عظیم قائد

سفیرِ اسلام ___ مبلّغِ اعظم

حضرت العلامہ مولانا الشاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادری المدنی کی



[illegible] پر ستائیسویں سالانہ عرس مبارک کے موقع پر

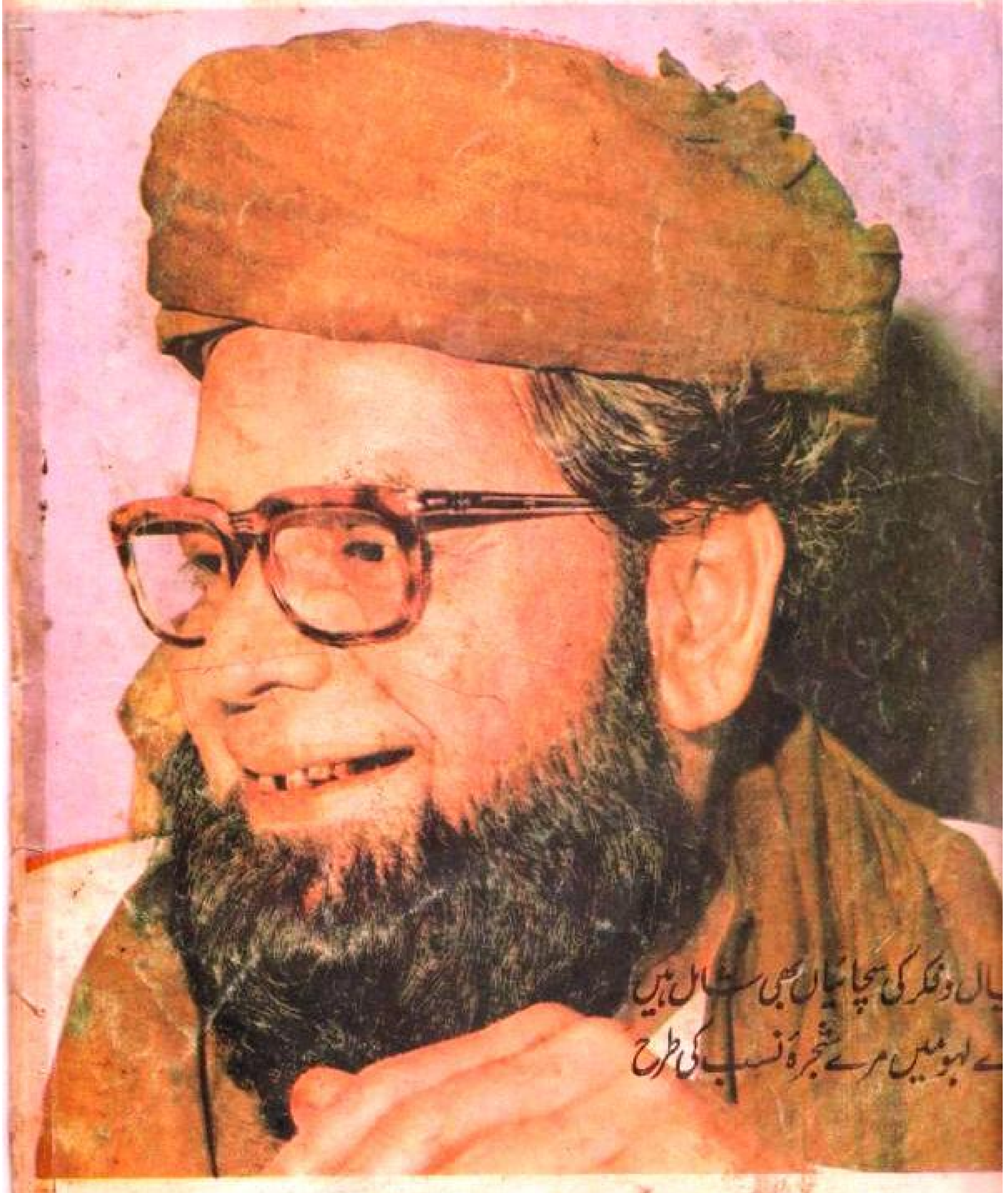
عقیدت مندانہ سلام

منجانب :- حاجی محمد قاسم مچھیارا ◊ حاجی عبدالرزاق مچھیارا

SOUVENIR

MINARA-E-NOOR

In Memory of his Eminence Maulana Shah Muhammad Abdul-Aleem Siddiqui



پیر طریقت [illegible] اہلسنت مبلغ اسلام حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی